۱۳

ناگ، ماریا اور عنبر کے پانچ ہزار سالہ ....

طوفانی سمندر کا بھوت

اے حمید

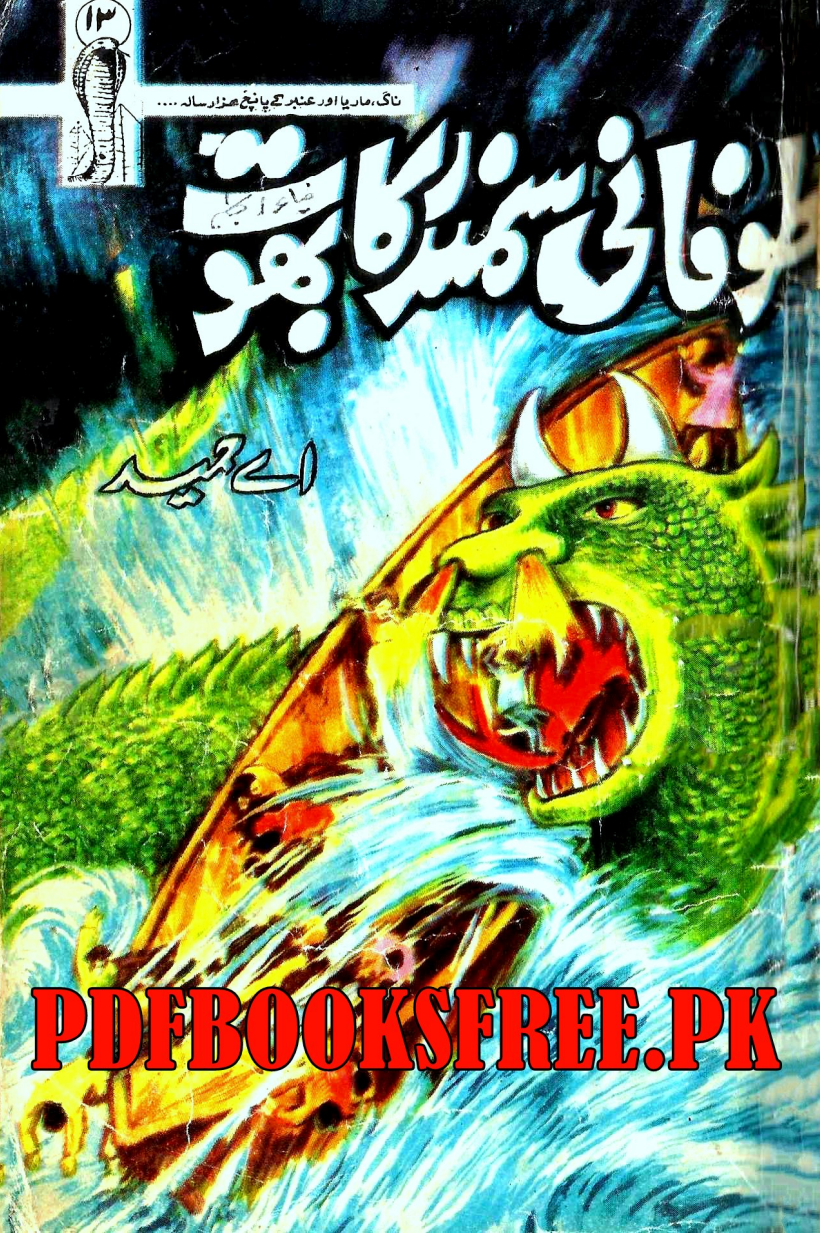

PDFBOOKSFREE.PK

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

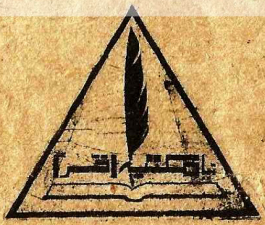

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

طوفانی سمندر کا بھوت

اے۔ حمید

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سرورق، پروف وتی انچارج
جلال انور

قیمت پانچ روپے

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

باراول :
تعداد : دو ہزار
نیا مکتبہ اقراء : ۱۴۲ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور
طابع : الجدہ پرنٹرز لاہور

پیارے دوستو!

آپ اس سے پہلی قسط میں پڑھ چکے ہیں کہ ناگ کی کٹی ہوئی لاش والی صندوقچی مقدس ناگ مندر کے لالچی پجاری نے اس خیال سے کھولی تھی کہ اس میں لعل و جواہرات ہوں گے مگر اس کے اندر سے ناگ پھنکارتا ہوا نکل آیا۔ ناگ نے پجاری اور اس کے ساتھی کو ان کے لالچ کی پوری پوری سزا دی اور وہاں سے عقاب بن کر ملک ہندوستان کی طرف پرواز کر گیا۔ دریائے گومتی کے کنارے اس نے ایک پرانا قلعہ دیکھا تو اس کے محل پر آکر بیٹھ گیا۔ ایک شہزادے نے تیر مار کر ناگ کو زخمی کر دیا۔ ناگ کی مرہم پٹی اسی محل میں ہونے لگی۔ وہاں شہزادے کو قتل کرنے کی سازش کی جا رہی تھی جس کا ناگ کو پتہ چل گیا۔ ایک رات جب سازشی وزیر شہزادے کو لے کر قتل کرنے کی نیت سے جنگل کی طرف چلا تو ناگ عقاب کی شکل میں محل کی چھت سے اڑا اور ان کے سروں کے اوپر رات کے اندھیرے میں ان کے ساتھ ساتھ پرواز کرنے لگا۔ اس کے بعد ناگ کے ساتھ کیا گزری اور وہ کس طرح سپیروں کی بستی میں پہنچا یہ آپ خود ہی پڑھ کر لطف اٹھائیں۔

اے۔ حمید

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

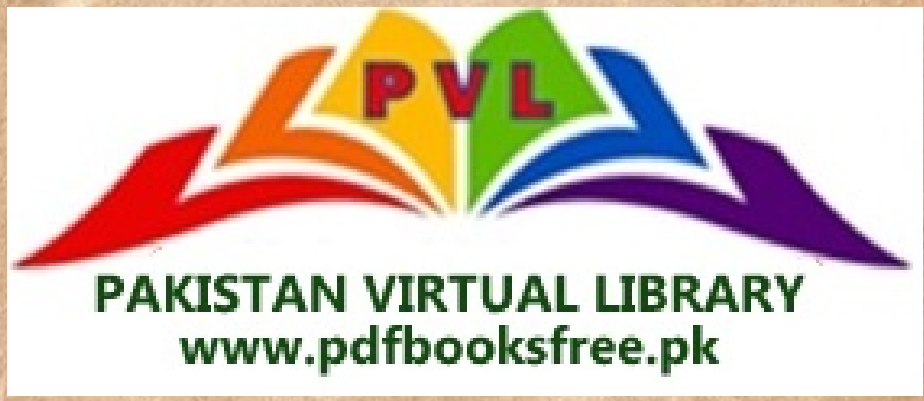

فہرست

- سانپ کا سگنل
- شہزادے کا سر لاؤ
- خونی کھیل
- آدھی رات کا سانپ
- طوفانی سمندر کا بھوت

سانپ اور سگنل

کالا سانپ اُچھل کر اُن کے سامنے آگیا۔

چوگی اور پجاری کے تو ہوش گم ہو گئے۔ انہیں یہ ہرگز ہرگز امید نہ تھی کہ صندوقچی میں جس کٹے ہوئے سانپ کی لاش پڑی تھی۔ وہ ایکدم سے زندہ ہو کر ان کے سامنے پھن اٹھائے کھڑا ہو جائے گا اب وہ اپنی جان بچانے کی فکر میں تھے۔ جان بچانا انہیں مشکل نظر آ رہا تھا۔ سیڑھیاں ان کے سامنے اوپر مندر کے بڑے دالان کو جاتی تھیں۔ جوگی نے سیڑھیوں کی طرف چھلانگ لگا دی سانپ نے لپک کر اس کے پاؤں پر ڈس دیا۔ وہ گرا اور اس کا جسم کانپنے لگا۔ اس دوران میں موقعہ پا کر پجاری فرار ہو گیا۔ ناگ نے اسی وقت اپنا روپ بدل لیا اور انسان کی شکل میں سامنے آ گیا۔ جوگی نے سانپ کو پلک جھپکتے میں سانپ کو انسان کا روپ بدلتے دیکھا تو دنگ سا ہو کر رہ گیا۔ سانپ کا زہر بڑی تیزی کے ساتھ اس کے خون میں داخل ہو رہا تھا۔ اس کا وقت پورا ہو چکا تھا۔ جوگی کے منہ، ناک اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کان سے نیلے رنگ کا خون جاری ہوگیا۔ وہ مر کر اکڑ گیا۔

ناگ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آیا۔ تو پجاری چھ سات ہٹے کٹے آدمیوں کو لے کر وہاں آگیا۔ ان کے ہاتھوں میں کلہاڑے تھے پجاری نے ایک نوجوان کو سیڑھیوں پر دیکھا تو حیرانی سے پوچھا۔

"تم کون ہو؟"

ناگ سمجھ گیا کہ یہ پجاری کا بچہ اس کو ہلاک کرنے آیا تھا ہنس کر کہنے لگا۔

"میں تہہ خانے میں کوئی زیارت سمجھ کر گیا تھا۔ مگر وہاں تو ایک آدمی کی لاش پڑی ہے۔"

"ہاں۔ وہ ہمارے مندر کا جوگی ہے۔ تم نے کسی سانپ کو تو یہاں نہیں دیکھا؟"

"سانپ کو؟" ناگ نے مصنوعی حیرانی سے کہا۔" نہیں میں نے تو یہاں کسی سانپ کو نہیں دیکھا۔"

اس پر پجاری نے چیخ مار کر کہا۔

"ضرور وہ سانپ اسی نوجوان کا تھا۔ اسے ختم کردو۔"

ہٹے کٹے پجاری کے غنڈے ناگ پر حملہ کرنے کے لئے آگے بڑھے۔ ناگ کے لئے یہ وقت بڑا خطرناک تھا۔ وہ ابھی ابھی ایک مصیبت سے شفا حاصل کرکے باہر نکلا تھا۔ لیکن وہ مقابلے کے لئے پوری طرح تیار تھا۔ اس نے ایک سیکنڈ کے اندر اندر زرد

تتلی چڑیا کی جُون بدلی اور پھُرر کی آواز کے ساتھ غائب ہو کر وہاں سے اُڑ گیا اوپر چھت کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔ یہ منظر دیکھ کر غنڈے تو دنگ ہو کر رہ گئے۔ انہوں نے کلہاڑے وہیں پھینکے اور سر پر پاؤں رکھ کر وہاں سے بھاگ گئے۔ پجاری بھی حیران تھا کہ یہ انسان ایکدم چڑیا بن کر کیسے اڑ گیا؟ ناگ وہاں سے اڑا اور مندر کے بڑے دالان میں سے اُڈاری مار کر باہر چلا گیا۔

اُس نے باہر آکر جائزہ لیا تو اُسے معلوم ہوا کہ وہ ہمالیہ کے ناگ مندر کے علاقے میں ہے اور عنبر اس کی لاش کو یہاں لایا تھا اور اب وہ پھر سے صحت مند بلکہ زندہ ہو چکا تھا۔ اب سوال یہ تھا کہ عنبر اور ماریا کہاں تھیں؟ اس سوال کا جواب ناگ کو چاہیے تھا اور اس کا جواب اُسے مندر کے لوگوں سے ہی مل سکتا تھا۔ خاص طور پر پجاری کو ضرور معلوم ہوگا کہ عنبر نام کا کوئی نوجوان وہاں کب آیا تھا اور اب کہاں پر ہے؟ کیونکہ ظاہر ہے ان لوگوں نے وہ صندوقچی چرائی تھی جس میں ناگ کی کٹی ہوئی لاش سانپ کی شکل میں بند تھی۔

ناگ نے چڑیا کی شکل میں سارے علاقے کا ایک چکر لگا کر جگہ جگہ دیکھا کہ کہیں عنبر یا ماریا تو نہیں ہیں۔ مگر وہاں وہ دونوں اُسے کسی جگہ بھی دکھائی نہ دیئے۔ آخر ناگ نے یہی فیصلہ کیا کہ واپس مندر میں چل کر پجاری سے معلومات حاصل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی جائیں۔ کم از کم وہ یہ تو بتائے گا کہ اس کی لاش والی صندوقچی اس نے کہاں سے لی تھی ؟

سوال یہ تھا کہ ناگ کو انسانی شکل میں پجاری دیکھ چکا تھا۔ اور اسے یہ بھی معلوم تھا کہ یہ انسان زبردست جادو کی طاقت رکھتا ہے۔ تو کیا ایسی صورت میں وہ اصل شے کو سزا کے خوف سے چھپا تو نہیں جائے گا ؟ اس کے سوا ناگ کے پاس دوسرا کوئی طریقہ بھی نہیں تھا۔ تو کیا وہ کوئی عورت بن کر اس کے پاس جائے اور صندوقچی کے مالک کا راز معلوم کرنے کی کوشش کرے ؟ یہ خیال ناگ کو اچھا لگا۔ وہ اڑتا اڑتا زمین پر اتر آیا۔ اس نے ایک عورت کی شکل اختیار کی اور مندر میں جاکر ناگ کی مورتی کی پوجا کرنے لگی۔

شام تک یہ عورت پوجا کرتی رہی۔ پھر پجاری کے پاس جاکر اس کو چاندی کے روپوں کا نذرانہ پیش کیا اور ہاتھ باندھ کر کہا۔

"مہاراج ! میرا بیٹا گم ہو گیا ہے۔ اسے ڈھونڈنے میں میری مدد کریں "

"میری کوٹھڑی میں آکر اپنی کہانی بیان کرو "

پجاری کا مقصد یہ تھا کہ کوٹھڑی میں وہ اس عورت سے منہ مانگے پیسے بٹور سکے گا۔ سب کے سامنے وہ اس سے ایک دو روپے ہی لے سکتا تھا۔ ناگ پجاری کی کوٹھڑی میں آکر بیٹھ گیا۔ پجاری

بھی تھوڑی دیر بعد وہاں آیا اور ناگ کی طرف دیکھ کر کھنکار کر بولا۔

"اے عورت ! تیرا لڑکا کہاں گم ہوا تھا "

ناگ نے پلّو سر پر ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔

"مہاراج ! وہ ایک صندوقچی لے کر تالاب کی طرف گیا تھا۔ بس اس کے بعد کچھ پتہ نہیں چلا کہ وہ کہاں گم ہو گیا "

پجاری کو جیسے کسی بھڑ نے کاٹ کھایا۔ وہ اپنی جگہ سے چونک کر اچھلا اور عورت کو گھور کر تکتے ہوئے بولا۔

"کیا بک بک کر رہی ہے بوڑھیا ! وہ صندوقچی لے کر تالاب پر کیا کرنے گیا تھا "

ناگ نے آنکھوں میں جھوٹ موٹ کے آنسو لاکر کہا۔

"مہاراج ! مجھے تو اس نے یہی بتایا کہ وہ تالاب پر نہانے جا رہا ہے "

پجاری نے بھنویں چڑھا کر پوچھا۔

"کیا تو جانتی ہے اس صندوقچی میں کیا تھا ؟"

"مہاراج مجھ دُکھیاری کو بھلا کیا پتہ ہو سکتا ہے میں تو اپنے بیٹے کو ہی دیکھ رہی تھی اور منع کر رہی تھی کہ وہ تالاب پر نہ جائے۔ بھگوان جانے اب وہ کہاں ہے "

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور ناگ جو عورت کی شکل میں تھا رونے لگ پڑا۔ پجاری نے اُسے کرخت آواز میں ڈانٹ کر کہا۔

"بند کر یہ رونا دھونا اور بھاگ جا۔ یہاں سے۔ مجھے کچھ معلوم نہیں ہے تمہارا بیٹا کہاں ہے جا جا کر اسے تالاب میں تلاش کر۔ مر گیا ہوگا وہاں ڈوب کر۔"

"نا مہاراج ایسا نہ کہیں، میرا بچہ مرا نہیں ہے۔"

اور ناگ سسکیاں بھر بھر کر رونے لگا۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ رونے لگی۔ پجاری نے سوچا کہ اس عورت سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ جھٹ لہجہ بدلا اور کھنگار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا۔

"ہم ایک شرط پر تمہارے بچے کا پتہ لگا سکتے ہیں۔"

"کونسی شرط مہاراج؟" عورت نے جلدی سے پوچھا۔

"تم ہمیں ایک ہزار چاندی کے ٹکڑے لا کر دو۔"

ناگ نے سوچا کہ یہ حرامی پجاری اس کی مصیبت کا ناجائز فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ اچھا۔ کوئی بات نہیں۔ ایسا بھی کر کے دیکھ لیتے ہیں۔ شاید عنبر کا کوئی سُراغ مل جائے۔ اپنے آنسو پلو سے پونچھ کر بولا۔

"میں لا دوں گی مہاراج!"

پجاری کی تو باچھیں کھل گئیں۔ اسے اتنا یقین نہیں تھا کہ یہ عورت ایکدم سے ایک ہزار چاندی کے ٹکڑوں پر راضی ہو جائے

گی۔ پھر بھی اپنا شک دُور کرنے کے خیال سے اُس نے ناگ سے کہا۔

"کیا تو کل صبح تک چاندی کے ٹکڑے لا کر دے سکتی ہے؟"

"کیوں نہیں مہاراج! میں ضرور لاؤں گی۔ پھر آپ میرے بچے کا پتہ بتا دیں گے کہ وہ کہاں ہے؟"

ناگ کے اس سوال پر پجاری بولا۔

"کیوں نہیں۔ ہم ضرور بتائیں گے۔ تم پہلے چاندی کے ٹکڑے لاؤ۔"

"بہتر مہاراج۔"

عورت نے اٹھ کر مہاراج کے چرن چھوئے اور مندر سے باہر نکل گئی۔ باہر آتے ہی عورت نے ناگ کا مردانہ روپ بدلا اور مندر سے دور نکل کر ایک ویرانے میں آ گیا۔ یہاں دو پہاڑیوں کے درمیان ایک تنگ درّہ تھا۔ اس درّے میں کئی کھنڈر تھے جہاں چھوٹے چھوٹے گڑھے پڑے ہوئے تھے پہاڑیوں کے اوپر برف جمی ہوئی تھی۔ یہاں پہنچ کر ناگ رُک گیا۔ ایک گڑھے کے پاس جا کر وہ جھکا اور غور سے دیکھنے لگا۔ اسے اندر جاتی ہوئی سانپ کی لکیر دکھائی دی۔ ضرور یہاں کوئی سانپ رہتا تھا۔ ناگ وہاں بیٹھ گیا اور اس نے آنکھیں بند کر کے ایک خاموش آواز کا سگنل دیا۔ یہ سانپ کا سگنل تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کھنڈر کے نیچے ایک سبز پہاڑی سانپ رہتا تھا۔ اچانک اس نے اپنے جسم کے ساتھ ٹکراتی سگنل کی لہریں محسوس کیں اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ سگنل بڑے زبردست تھے اور اُسے باہر بلا رہے تھے۔ سبز سانپ نے سانپوں کے دیوتا کی بو محسوس کر لی تھی۔ وہ اپنے بل سے نکل کر باہر آ گیا۔ کھلی فضا میں اس نے ناگ دیوتا کو انسانی روپ میں دیکھا کہ وہ ایک کھنڈر کے پاس آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا۔ سانپ خاموشی سے زمین پر رینگتا ہوا ناگ سے تھوڑے فاصلے پر آ کر رُک گیا۔ ادب سے جھک کر سلام کیا۔ تعظیم بجا لایا اور احترام سے گردن زمین پر رکھ دی اور اپنی سگنل کی آواز میں پوچھا۔

"ناگ دیوتا! یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لائے۔ فرمایئے۔ میں آپ کی کیا خدمت بجا لا سکتی ہوں"۔

ناگ نے اپنی سرخ سانپوں ایسی آنکھیں کھول کر سبز سانپ کو دیکھا۔ سبز سانپ ناگ کی سُرخ آنکھوں کو تاب نہ لا سکا اور نظریں نیچی کر لیں۔ ناگ نے خموشی کی زبان میں کہا۔

"کیا یہاں کوئی ایسا خزانہ ہے۔ جس میں چاندی کے ٹکڑے ہوں"؟

"ناگ دیوتا! یہ میری خوش قسمتی ہے کہ آپ میرے

گھر تشریف لائے۔ فرمایئے۔ میں آپ کی کیا خدمت بجا لا سکتی ہوں"۔

ناگ نے اپنی سرخ سانپوں ایسی آنکھیں کھول کر سبز سانپ کو دیکھا۔ سبز سانپ ناگ کی سرخ آنکھوں کی تاب نہ لا سکا اور نظریں نیچی کر لیں۔ ناگ نے خموشی کی زبان میں کہا۔

"کیا یہاں کوئی ایسا خزانہ ہے۔ جس میں چاندی کے ٹکڑے ہوں"؟

سبز سانپ نے ادب سے کہا۔

"عظیم دیوتا! جہاں آپ کھڑے ہیں اس کے نیچے تبت کے آخری شہنشاہ بہون ساپانگ کا خزانہ دفن ہے۔ آپ حکم کریں تو آپ کو وہاں تک لے چلوں"۔

ناگ کہنے لگا۔

"مجھے سارے خزانے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم مجھے اتنی خبر لا دو کہ اس خزانے میں چاندی کے ٹکڑے ہیں کہ نہیں"۔

سانپ فوراً شگاف کے اندر چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد اس نے آ کر بتایا کہ خزانے میں چاندی کے ٹکڑے موجود ہیں۔ ناگ نے کہا۔

"تم مجھے وہاں سے ایک ہزار چاندی کے ٹکڑے لا دو"

"حکم عظیم دیوتا"۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور سانپ واپس چلا گیا۔ پہاڑ کے نیچے پتھروں کی سلوں کے درمیان تبت کے شہنشاہ کا خزانہ دفن تھا۔ سانپ نے خزانے میں سے ایک ہزار چاندی کے ٹکڑے نکال کر ایک جگہ ڈھیر کئے۔ پھر لکڑی کا ایک ڈبہ جو ہیروں سے بھرا ہوا تھا۔ خالی کر کے چاندی کے ٹکڑے اس میں بھرے۔ ڈبے کو بند کیا اور پھر اسے منہ سے آگے لڑھکاتا ہوا شگاف سے باہر لے آیا۔ ناگ اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"چاندی کے ایک ہزار ٹکڑے حاضر ہیں عظیم ناگ!"

ناگ نے ڈبہ اٹھا کر بغل میں دبایا۔ سانپ کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے واپس روانہ ہو گیا۔ اس نے ناگ مندر کے قریب جا کر دوبارا اسی عورت کی شکل اختیار کیا اور سیدھا پجاری کی کوٹھڑی میں جا کر اس کے آگے ڈبہ رکھ کر کہا۔

"گن لیں مہاراج! اس میں چاندی کے ایک ہزار ٹکڑے ہیں۔"

اس زمانے میں ایک ہزار چاندی کے ٹکڑے جس کے پاس ہوتے تھے وہ لکھ پتی ہوتا تھا۔ پجاری نے ڈبہ کھول کر دیکھا تو اس کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ ناگ نے کہا۔

"اب مجھے بتائیں مہاراج کہ میرا بیٹا کدھر گیا ہے؟"

پجاری کو لالچ نے گھیر لیا۔ کہنے لگا۔

"پہلے یہ بتاؤ کہ تم یہ چاندی کے ٹکڑے کہاں سے لائی ہو؟

تم تو ایک غریب عورت لگتی ہو پھر تمہارے پاس اتنی دولت کہاں سے آگئی!"

ناگ نے کہا۔

"مہاراج! آپ نے وعدہ کیا تھا کہ چاندی کے ٹکڑے لے کر میرے بچے کا پتہ بتا دیں گے۔ میں نے اپنی شرط پوری کر دی۔ اب آپ اپنی شرط پوری کریں۔"

پجاری کہنے لگا۔

"نہیں، جب تک تم یہ نہیں بتاؤ گی کہ تم نے یہ دولت کہاں سے لی ہے اس وقت تک میں تمہیں تمہارے بیٹے کے بارے میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔"

اب تو ناگ کو سخت غصہ آیا۔ وہ چاہتا تو یہی تھا کہ پجاری کا ابھی خاتمہ کر دے۔ لیکن اس طرح وہ عنبر کا پتہ نہیں لگا سکتا تھا دوسری طرف وہ یہ بھی نہیں کر سکتا تھا کہ تبت کے شہنشاہ کا خزانہ اس کے حوالے کر دے۔ کیونکہ یہ خزانے زمین کے دیوتاؤں کی امانت ہوتے ہیں۔ سانپ اسی لئے خزانے پر بیٹھ کر اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ کسی مجبوری یا سخت ضرورت کی وجہ سے ناگ کو اجازت تھی کہ وہ خزانے کو اپنے استعمال میں لا سکے۔ لیکن وہ ایک ڈاکو کو سارے کا سارا خزانہ نہیں دے سکتا تھا۔ اس نے پجاری کی بڑی منت سماجت کی۔ آخر وعدہ کیا کہ۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مہاراج! میں وعدہ کرتی ہوں۔ اگر آپ مجھے میرے بچے کا پتہ بتا دیں تو میں آپ کو اس خزانے کے پاس لے جاؤں گی جہاں سے میں یہ چاندی کے ٹکڑے لائی ہوں۔"

خزانے کا نام سُن کر پجاری کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ اور زیادہ ناز نخرے کرنے لگا۔

"خزانہ؟ ہوں ——— وہ خزانہ تو ناگ مندر کی ملکیت ہے۔ تم کون ہوتی ہو۔ اس میں سے چاندی کے ٹکڑے نکالنے والی؟"

اس کمینے نے اب دوسری طرح سے ضد شروع کر دی تھی اور سارے کے سارے خزانے پر قبضہ کرنے کو اپنا حق سمجھ رہا تھا۔ ناگ عاجز آ گیا تو اس نے پجاری کے ساتھ ایک تماشا کرنے کا فیصلہ کیا اور کہا۔

"تو چلئے مہاراج! میں آپ کو خزانے کے پاس لئے چلتی ہوں۔ مگر شرط یہ ہے کہ ڈریئے گا نہیں۔"

پجاری کہنے لگا۔

"ڈروں گا کیوں بھلا۔ میں بہادر پجاری ہوں۔ چلو۔ مجھے خزانے کے پاس لے چلو۔"

شام کے وقت ناگ عورت ہی کے بھیس میں پجاری کو لے کر اسی پہاڑی درّے میں آ گیا۔ یہاں کھنڈر کے بیچ رُک کر اُس نے

پجاری سے کہا۔

"یہ جو شگاف آپ دیکھ رہے ہیں۔ اس کے اندر شہنشاہ تبّت کا خزانہ دفن ہے اور میں اسی خزانے سے یہ چاندی لائی تھی۔"

"مجھے اس خزانے کے پاس لے چلو۔"

"مگر حضور اس خزانے پر ایک سانپ کا پہرہ ہے۔"

"سانپ کا پہرہ؟" پجاری نے گھبرا کر کہا۔

"ہاں مہاراج!"

پجاری پر خزانے کی دولت کا نشہ چھایا ہوا تھا۔ کہنے لگا۔

"میں بھی ناگ مندر کا پجاری ہوں۔ سانپ مجھے کچھ نہیں نہیں کہہ سکتا۔"

ناگ کہنے لگا۔

"بہتر حضور! میں ابھی سانپ کو بُلا کر کہتی ہوں کہ وہ آپ کے سامنے خزانہ لا کر پیش کرے۔"

ناگ نے ایک گہرا سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں اور خیال کے ذریعے خزانے کے سانپ کو ایک زبردست بلاوے کا سگنل بھیجا۔ سانپ نیچے خزانے کے اوپر پہرہ دے رہا تھا کہ اسے ناگ دیوتا کا زبردست سگنل ملا۔ وہ جھٹ خزانے کے بڑے صندوق سے اتر کر باہر آ گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہاں ایک عورت اور ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پجاری کھڑا ہے۔ سانپ حیران ہوا کہ اس عورت کے جسم سے
ناگ دیوتا کی اتنی زبردست خوشبو کس طرح سے آ رہی ہے جو
وہ ناگ نہیں بلکہ ایک عورت ہے۔

اتنے میں ناگ نے سانپ کو دوسرا سگنل دے کر کہا۔

"میں ناگ ہوں۔ صرف میں نے عورت کا روپ بدلا ہوا
ہے۔ یہ شخص مندر کا لالچی پجاری ہے اور مجھے میرے
دوست عنبر کا پتہ بتانے کے بدلے اس خزانے پر
قبضہ کرنا چاہتا ہے۔"

سانپ نے سگنل کی زبان میں پوچھا۔

"عظیم ناگ! جو حکم دیں وہی میں اس لالچی بدروح
کے ساتھ سلوک کروں۔"

ناگ نے سگنل دیا۔

"نہیں۔ تمہیں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔ میں خود
اس سے نمٹ لوں گا۔ تم خاموش بیٹھ کر تماشہ دیکھو۔"

ناگ نے آنکھیں کھول کر پجاری کی طرف دیکھا۔ پجاری سانپ
وجہ سے کچھ کچھ ڈرا ہوا تھا۔ مگر بہادری دکھانے کی خاطر اکڑ
کر کھڑا تھا۔ ناگ نے کہا۔

"سانپ کہتا ہے کہ میرے ساتھ خزانہ لینے نیچے تہہ خانے
میں چلو۔ کیا آپ نیچے جائیں گے مہاراج؟"

پجاری اکیلا جاتے ہوئے گھبرا رہا تھا۔ کہنے لگا۔

"کیا تم اس کے ساتھ جا کر خزانہ نہیں لا سکتیں؟"

ناگ نے جواب دیا۔

"مہاراج! سانپ کہتا ہے کہ جس کو خزانے کی ضرورت
ہے صرف وہی خزانے کو حاصل کر سکتا ہے۔"

پجاری نے کہا۔

"لیکن خزانے کی ضرورت تو تمہیں بھی ہے تاکہ تمہارے
بچے کا میں پتہ بتا سکوں۔ تم اس کے ساتھ نیچے جاؤ۔"

اب ناگ پجاری کی بک بک سے تنگ آ گیا۔ اس نے فوراً سانپ
کو سگنل دے کر کہا۔

"ہوشیار رہنا۔ میں اس کو ایک سبق سکھانے والا ہوں۔"

"جو حکم ناگ دیوتا۔"

ناگ نے ایک گہری سانس لیا اور ایک سیکنڈ کے اندر وہاں ناگ
کی بجائے ایک خوفناک لمبے لمبے دانتوں اور لمبی بالوں بھری سونڈ
والا پرانے زمانے کا بھیانک ہاتھی کھڑا تھا۔ پجاری نے جو یہ
جادوگری دیکھی تو اس کی تو سٹی گم ہو گئی۔ جہاں کا تہاں کھڑا
رہ گیا۔ رنگ فق ہو گیا۔ آنکھیں پتھر کی بن گئیں۔ ہاتھی نے
ایک زبردست چنگھاڑ ماری اور لپک کر پجاری کو اپنی سونڈ میں
لپیٹ کر زمین سے اوپر اٹھا لیا۔ پجاری کی گگھی بندھ گئی۔ سارا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جسم دہشت سے کانپنے لگا۔ سانپ سامنے بیٹھا بڑے مزے سے یہ سارا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ ناگ دیوتا جس جانور پرندے یا درندے کا چاہے روپ بدل سکتا ہے۔

ہاتھی نے پجاری کو دو تین بار اپنے سر کے اوپر یوں اٹھایا۔ جیسے وہ اُسے زمین پر پٹخ کر چکنا چور کرنے والا ہو۔ لیکن وہ پجاری کو زمین پر لاکر پھر اوپر لے جاتا۔ پھر ہاتھی نے پجاری کو زمین پر کھڑا کر دیا اور خود اصلی ناگ کی شکل میں اس کے سامنے آکر بولا۔

"لالچی پجاری! اب یقیناً تم مجھے پہچان گئے ہوگے میں وہی ناگ ہوں جس سے جان بچا کر تم مندر کے تہہ خانے سے بھاگے تھے اور جو صندوق کے اندر سانپ کی لاش کی شکل میں پڑا ہوا تھا۔ میرے دوست عنبر نے وہ صندوقچی تالاب میں رکھی تھی اور تم وہاں سے اٹھا لائے تھے اب مجھے یہ بتاؤ کہ میرا دوست، میرا بھائی، میرا جگری یار عنبر کہاں ہے؟"

پجاری پر لرزہ طاری تھا۔ جب اس کے ہوش ٹھکانے لگے تو حلق کو تر کر کے ہاتھ باندھ کر بولا۔

"اے عظیم ناگ! میں تمہارے دوست عنبر جوگی کے بارے میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ وہ جوگی کے بھیس

میں یہاں آیا تھا۔ میں نے اس کی صندوقچی اس لالچ میں اٹھا کر تہہ خانے میں چھپا دی کہ شاید اس میں زیورات یا ہیرے موتی ہوں۔ اس کے بعد عنبر نے صندوقچی کی تلاش شروع کر دی اور جب وہ ناامید ہو گیا تو ایک روز یہاں سے غائب ہو گیا۔"

ناگ نے پجاری کی گردی جھنجھوڑی۔

"کمینے! کیا تم بالکل نہیں جانتے کہ وہ کہاں اور کس طرف گیا ہے؟"

پجاری کی جان اڑ گئی۔ ناگ کے قدموں پر گرا پڑا اور گڑگڑا کر کہنے لگا۔

"عظیم ناگ! مجھے معاف کر دو۔ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ عنبر ایک رات اچانک غائب ہو گیا تھا۔"

"کیا اس نے کبھی ذکر بھی نہیں کیا تھا کہ وہ کہاں اور کس طرف جانے کا ارادہ رکھتا ہے؟"

"کبھی کبھی وہ اپنی کسی بہن کا نام لیتا تھا۔"

"ماریا تو نہیں؟" ناگ نے پوچھا۔

"ہاں ہاں۔ یہی نام تھا اس کا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ اسے اپنی بہن کی تلاش ہے اور وہ شاید ملک سپین

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی طرف جائے گا۔"

ناگ کے لئے اتنی معلومات ہی کافی تھی۔ اسے علم ہو گیا تھا کہ عنبر وہاں سے سپین کی طرف گیا ہے جہاں اُسے ماریا سے ملنے کی توقع تھی۔ ناگ نے پجاری کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟ تمہیں تمہارے لالچ کی کیا سزا دوں؟"

پجاری نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"مجھے معاف کر دو عظیم ناگ! میں اب کبھی لالچ نہیں کروں گا۔"

ناگ نے سانپ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"اے سبز سانپ! میں اسے معاف کرتا ہوں۔ تم بھی اسے معاف کر دو۔"

"جو حکم میرے عظیم دیوتا۔"

"اور ہاں۔" ناگ نے کہا۔ "چاندی کے ٹکڑے تمہیں واپس لا کر سبز سانپ کو واپس کرنے ہوں گے تاکہ وہ دوبارا تبت کے شہنشاہ کے خزانے میں جمع ہو جائیں خبردار! خیانت کی تو مارے جاؤ گے۔"

پجاری نے گڑگڑا کر کہا۔

"عظیم ناگ! میں ابھی چاندی کے سارے ٹکڑے لا کر

یہاں رکھ دوں گا۔"

ناگ نے سانپ سے کہا۔

"یہ شخص خزانے کی امانت واپس کر دے گا۔ اب میں یہیں سے اپنے دوست عنبر کی اور بہن ماریا کی تلاش میں جاتا ہوں۔ خدا حافظ!"

سبز سانپ نے کہا۔

"خدا حافظ! عظیم ناگ۔"

ناگ نے وہیں سے ایک عقاب کی شکل بدلی اور ہوا میں غوطہ مار کر اُڑ گیا اور ملک ہندوستان کی طرف پرواز کرنے لگا۔

اس کے جانے کے بعد سبز سانپ بھی اپنے کھنڈر کے شگاف میں واپس چلا گیا۔ پجاری چاندی کے ایک ہزار ٹکڑے واپس کرنے کا وعدہ کر کے واپس اپنے مندر میں آ گیا۔ وہاں جا کر اس کی نیت بدل گئی۔ اس نے سوچا اب کون اسے دیکھ رہا ہے۔ ناگ بھی چلا گیا۔ سانپ بھی وہاں نہیں۔ پجاری نے چاندی کے ٹکڑے اپنی کوٹھڑی میں چھپا کر رکھ دیئے۔ اور بھول گیا کہ اس نے انہیں واپس سانپ کے پاس لے جانے کا وعدہ کر رکھا ہے۔

جب دو دن گذر گئے تو سبز سانپ پجاری کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ وہ رات کے وقت کھنڈر میں سے نکلا۔ تاکہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اندھیرے میں اُسے کوئی دیکھ نہ لے۔ ابھی وہ پہاڑی درے میں ہی رینگ رہا تھا، کہ اس نے دیکھا اندھیرے میں دو آدمی منہ سر چھپائے کدالیں کندھوں پر رکھے چلے آرہے ہیں۔ سانپ ایک طرف ہو کر رک گیا۔ اُسے یونہی شک سا گذرا کہ کہیں یہ لوگ اس کا خزانہ چرانے تو نہیں آرہے۔ قریب آنے پر سانپ نے پجاری کو پہچان لیا۔ اس کے ساتھ کوئی اجنبی آدمی تھا۔ دونوں ایک ایک بوری اور کدال کندھے پر رکھے اُس کھنڈر کی طرف جا رہے تھے جس کے اندر شہنشاہ تبّت کا خزانہ تھا۔

پجاری آگے آگے تھا۔ اس کے ساتھ مندر کا ایک بھکشو تھا کھنڈر کے شگاف کے پاس جاکر پجاری نے اِدھر اُدھر دیکھکر کہا۔

"یہی وہ جگہ ہے جہاں خزانہ دفن ہے۔ آؤ اِسے کھودنا شروع کریں۔"

دونوں کدالیں چلانے لگے۔ کافی دیر بعد جب رات ہو گئی تو انہوں نے وہاں ایک گڑھا کھود لیا تھا۔ اس گڑھے کے نیچے سے پتھر کی سیڑھیاں نکل آئیں۔

پجاری نے کہا۔

"یہ سیڑھیاں خزانے کو جاتی ہیں۔"

وہ سیڑھیاں اترنے لگا۔ اس کا ساتھی ڈر رہا تھا۔ پجاری نے اسے ڈانٹا۔

"کم بخت ڈرتا کس لئے ہے۔ میں تیرے آگے آگے چل رہا ہوں۔"

یہ خزانے کا وہی تنگ راستہ تھا جہاں سے خزانے کو لاکر شاہی خاندان نے وہاں دفن کیا تھا۔ اور پھر زلزلوں کی وجہ سے یہ راستہ بند ہو گیا۔ ایک غار میں سے رینگ کر گزرنے کے بعد وہ خزانے کے پاس پہنچ گئے۔ ہیرے جواہرات اور سونے سے بھرے ہوئے تین لکڑی کے صندوق کھُلے پڑے تھے۔ پجاری تو خوشی سے پاگل سا ہو گیا۔ وہ جواہرات اپنی جیبوں میں بھرنے اور رقص کرنے لگا۔ دوسرے بھکشو نے بھی جلدی جلدی بورے میں سونے چاندی کے زیورات اور ہیرے موتی بھرنے شروع کر دیئے۔ جب وہ بوریاں بھر کر وہاں سے جانے لگے تو تنگ غار کے منہ پر سبز سانپ اپنے جیسے تین سانپوں کے ساتھ پھن پھیلائے کھڑا ان کا انتظار کر رہا تھا۔ پجاری اور بھکشو کے ہوش گم ہو گئے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شہزادے کا سر لاؤ

چاروں سانپ پھنکار رہے تھے۔

پجاری کا خوف کے مارے بُرا حال ہو گیا۔ سانپ موت بن کر ان کے سامنے کھڑے تھے۔ وہاں سے بھاگنے کا دوسرا کوئی راستہ نہیں تھا کیا کریں؟ کدھر جائیں؟ دولت کے لالچ نے انہیں موت کے منہ تک پہنچا دیا تھا۔ سانپ آہستہ آہستہ ان کی طرف بڑھنے لگے۔ بھکشو کی موت پہلے لکھی گئی تھی۔ اس نے زمین پر سے ایک پتھر اٹھا کر سانپوں پر دے مارا۔ پتھر سبز سانپ کے قریب سے ہو کر پیچھے دیوار کو جا لگا۔ پجاری نے سانپ کی توجہ پتھر کی طرف بٹتی دیکھی تو پہلو سے ہو کر نکلا۔ مگر وہاں تیسرا سانپ سامنے آ گیا۔ وہ پیچھے ہٹا۔

اس اثنا میں بھکشو نے دوسرا پتھر پھینکا۔ اب سبز سانپ نے آگے والے سانپ کی طرف دیکھا اور اپنی زبان میں سگنل دیدیا کہ اس شخص کو ختم کر دو۔ یہ موت کی آغوش میں جانے کے لئے بہت بے تاب ہو رہا ہے۔ وہ سانپ جہاں کنڈلی مار کر بیٹھا ہوا تھا

وہاں سے دو فٹ اوپر کو اُچھلا اور سیدھا بھکشو کی گردن پر جا کر گرا۔ گردن پر گرتے ہی اس نے بھکشو کو ڈس دیا۔ خدا جانے یہ کس قدر زہریلے سانپ تھے کہ اس کے زہر نے ایکدم بھکشو کا چہرہ سیاہ کر دیا۔ وہ ایک لمحے کے لئے کانپا اور پھر دھڑام سے زمین پر گرا اور مر گیا۔ اس کا سارا بدن کالا پڑ گیا تھا اور منہ سے سبز جھاگ بہنے لگی تھی۔

اپنے ساتھی کا یہ انجام دیکھ کر پجاری وہاں سے بھاگنے لگا کہ اب دوسرے سانپ نے اس پر حملہ کر دیا۔ وہ اس کی ٹانگوں سے لپٹ گیا۔ پجاری گر پڑا اور سانپ کو اپنی ٹانگوں سے ہٹانے کی کوشش میں اس نے سانپ کی گردن پکڑ لی اس وقت سانپ پجاری کو ڈس چکا تھا۔ لیکن اُسے پتہ نہیں لگا تھا۔ سانپ نے اُسے چھوڑ دیا۔ پجاری نے سانپ کی گردن مروڑنے کی کوشش کی مگر یہ دیکھ کر وہ بڑا پریشان ہوا کہ اس کی گرفت سانپ کی گردن پر ڈھیلی پڑ رہی تھی۔ سانپ اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ اس کی انگلیاں اکڑ گئیں اور وہ ٹیڑھا ہو کر دیوار کے ساتھ لگ گیا۔ اب چاروں سانپ اس کے قریب آ گئے۔

انہوں نے باری باری پجاری کے چہرے کو توڑ توڑ کر کھانا شروع کر دیا۔ یہ بڑی دردناک موت تھی۔ پجاری دیکھ رہا تھا کہ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے چہرے کی بوٹیاں توڑ توڑ کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کھائی جاز ہی تھیں اور وہ کچھ نہ کر سکتا تھا۔ اس کے جسم کی
طاقت ختم ہو چکی تھی۔ وہ اپنی آنکھ تک نہیں جھپک سکتا تھ
سانپ نے کچھ اس حساب سے پجاری کے جسم میں زہر داخل کر
تھا کہ وہ مر بھی نہیں رہا تھا اور زندہ بھی نہیں تھا۔ اُسے شدید در
ہو رہی تھی لیکن وہ چیخ بھی نہیں سکتا تھا۔ سانپوں نے دیکھتے دیکھ
اس کے چہرے کا سارا گوشت چٹ کر لیا۔ صرف آنکھیں باقی رہنے
دیں۔ چہرے کی سفید ہڈیاں باہر نکل آئی تھیں اور اس کا سارا
جسم خون سے بھر گیا تھا۔

جب سانپ پوری طرح سیر ہو چکے تو بڑے آرام سے غا
میں واپس چلے گئے۔ بھکشو کی لاش خزانے کے پاس پڑی تھی ا
پجاری جواہرات اور سونے کے زیورات کے قریب لیٹا تھا وہ دیکھ
بھی رہا تھا اور اُسے کچھ نظر بھی نہیں آ رہا تھا۔ یہ بڑی تکلیف د
موت تھی۔ پھر اس کا جسم آہستہ آہستہ سُن ہونے لگا۔ ہاتھ
پاؤں اور ٹانگوں کا گوشت ہڈیوں سے الگ ہونا شروع ہو گیا
پجاری نے خوف سے ایک بھیانک چیخ ماری مگر اس کے حلق
سے کوئی آواز نہ نکل سکی۔ ساری رات وہ اسی طرح پڑا تھ
اور صبح آخری ہچکی کے ساتھ مر گیا۔

دو دن گذر چکے تھے۔ ناگ عقاب بن کر اڑتا اڑتا ہندوستان
کے دریا گومتی کے اوپر سے گذر رہا تھا۔ ایک جگہ دُور اسے

دریا کنارے ایک پرانے قلعے کی فصیل نظر آئی۔ ناگ اڑتا اڑتا کچھ
تھک گیا تھا۔ اس نے سوچا قلعے کی بُرجی میں بیٹھ کر کچھ دیر
آرام کرے اور پھر آگے روانہ ہو۔ یہ قلعہ چھوٹا سا تھا۔ اس کے
اوپر اودھ کے بادشاہ کا سبز جھنڈا لہرا رہا تھا۔ یہ غدر سے بہت
پہلے کا زمانہ تھا۔ یاد رہے کہ عنبر ناگ اور ماریا تاریخ میں پیچھے
کی طرف سفر کر رہے ہیں اور اس وقت وہ سترھویں صدی
میں ہیں جبکہ ہندوستان میں مغل بادشاہ اورنگ زیب کی حکومت ہے۔

یہ لکھنؤ شہر کا ایک قلعہ تھا جو دریا کنارے تعمیر ہوا تھا تاکہ
دریا کی طرف سے دشمن کا مقابلہ کیا جا سکے۔ اس کی بُرجیوں میں
مغل سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ ان کے سروں پر مغلئی پگڑیاں
تھیں اور ہاتھوں میں خم دار تلواریں تھیں۔ ناگ اس سے بھی آگے
سفر کر چکا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ کچھ سالوں بعد یہاں غدر پڑ لگا۔
مسلمانوں کا قتل عام ہوگا اور اس قلعے پر انگریزوں کا جھنڈا لہرا
دیا جائے گا۔ ناگ ایک بُرج کے اوپر اترا۔ بُرج کا ایک چکر
لگایا اور بیٹھ گیا۔

اتفاق سے قلعے کی چھت پر ایک شہزادے نے عقاب کو
بُرج پر اترتے دیکھ لیا۔ اس نے اناڑی پنے میں جو نشانہ باندھ
کر تیر مارا وہ سیدھا ناگ کی ران میں آکر لگا۔ عقاب پھڑپھڑاتا
ہوا نیچے قلعے کے صحن میں آن گرا۔ ناگ نے اپنے آپ کو بڑا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوسا کہ وہ کیوں **خوامخواہ** اس کم بخت قلعے کی برجی پر آ
بیٹھ گیا۔ وہ زخمی ہو گیا تھا۔ اب اگر وہ سانپ کی شکل
آجائے تب بھی اپنا علاج نہیں کر سکتا تھا۔ انسان کی
اختیار کرتا تو بھی علاج کے لئے اُسے حکیم کے پاس کون لے
اس نے یہی فیصلہ کیا کہ عقاب کی شکل میں ہی رہے
دیکھے کہ یہ الو کی دُم شہزادہ اس کا علاج کروانے کا بندوبس
کرتا ہے کہ نہیں۔ اگر اسے ذبح کرنے کی کوشش کرے گ
وہ انسان بن جائے گا۔

شہزادے نے جلدی سے عقاب کو اٹھایا اور کپڑے
پکڑ کر اس کی ران سے تیر باہر کھینچ لیا۔ اس کی بہن شہزاد
نیلوفر بھی وہاں آگئی۔ اُس نے عقاب کو زخمی دیکھ کر کہا۔

"بھائی جان یہ آپ نے کیا کیا؟ کتنا خوبصورت عقاب
ہے۔ جلدی سے اسے حکیم کے پاس لے چلیں"۔

وہ عقاب کو لے کر شاہی حکیم کے پاس گئے جس نے زخمی ٹانگ
مرہم لگائی اور پٹی باندھ دی۔ عقاب واقعی بڑا شاندار تھا۔ مح
میں اس کی ہر جگہ تعریف ہونے لگی کہ شہزادے نے بڑا خوبصو
شاہی عقاب پکڑا ہے۔ اس سفید عقاب کی بڑی دیکھ بھال ہو
رہی۔ زخم بڑی تیزی سے اچھا ہو رہا تھا۔ اس دوران ناگ
خاموشی سے محل کے اندر ہونے والے تماشے دیکھتا رہا۔ یہاں با

کے خلاف بڑی زبردست سازشیں ہو رہی تھیں۔ یہ انگریزوں کے
جاسوس تھے۔ جو بادشاہ کے ولی عہد کو قتل کروانے کی فکر میں تھے۔

ایک وزیر انگریزوں سے ملا ہوا تھا۔ وہ بادشاہ کے بہت منہ
چڑھا ہوا تھا۔ بادشاہ اُس پر بڑا بھروسہ کرتا تھا۔ انگریزوں نے اس
سے طے کیا کہ وہ اُسے ایک لاکھ روپیہ نقد اور دو گاؤں جاگیر میں
دیں گے اگر اس نے ولی عہد شہزادہ تاج بخت کو ہلاک کر دیا۔ وزیر
نے بہت سوچ کر یہ فیصلہ کیا کہ وہ شہزادے کو زہر دے کر
مروائے گا تاکہ اس پر شبہ بھی نہ کیا جا سکے۔ ناگ عقاب کی
شکل میں ایک سونے کے پنجرے میں بند تھا۔ وزیر نے انگریزوں کے
آدمی کے ساتھ اس کے سامنے یہ خطرناک سازش کی تھی۔ ناگ کو
ساری سازش کا علم ہو گیا۔

اس نے شہزادے تاج بخت کو بچانے کا فیصلہ کر لیا۔

شہزادے کا ناشتہ اس کی خواب گاہ میں جایا کرتا تھا۔ وزیر نے
ایک جوگی سنیاسی سے بڑا تیز زہر منگوایا۔ صبح صبح وہ باورچی
خانے میں چلا گیا اور جس طشتری میں شہزادے کے لئے زعفرانی
کھیر رکھی ہوئی تھی اس میں زہر کا سفوف چھڑک کر اوپر ڈھکن
دے دیا۔ یہ زہر سفید تھا۔ اور ذائقے میں بالکل پھیکا تھا۔
شہزادہ اگر ساری کھیر بھی کھا جاتا تو اُسے ذرا احساس نہیں ہو سکتا
تھا کہ اُس نے زہر بھی ساتھ ہی کھا لیا ہے۔ عقاب نے وزیر کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

باورچی خانے سے دبے پاؤں باہر نکلتے دیکھ لیا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ سازشی وزیر اندر کچھ کر آیا ہے اور آج شہزادے کی زندگی خطرے میں ہے۔

اس وقت دن ابھی پوری طرح نہیں چڑھا تھا۔ شاہی باورچی بھی نہیں آیا تھا۔ عقاب نے پنجرے میں ہی سانپ کا روپ بدلا اور رینگتا ہوا پنجرے سے نکل کر نیچے آ گیا۔ شاہی خواب گاہ میں صرف ایک شمع روشن تھی۔ شہزادہ شاہی پلنگ پر مزے سے سو رہا تھا۔ سانپ ایرانی قالینوں پر رینگتا ہوا باورچی خانے میں داخل ہو گیا۔ اس کی چھٹی حس اور جادو کی طاقت نے اسے فوراً بتا دیا کہ زہر کی بُو ایک طشتری سے اٹھ رہی ہے جس کو اوپر چاندی کے سرپوش سے ڈھانپا گیا ہے۔

سانپ نے طشتری کے پاس جا کر سرپوش کو الٹ دیا۔ ناگ کی تیز آنکھوں نے فوراً کھیر میں ملے ہوئے سفید بے داغ مگر بڑے ہی خطرناک زہر کو پہچان لیا۔ اس نے کھیر کی طشتری کے ساتھ منہ لگا کر زور سے سانس کو اندر کھینچا اور سارا زہر چوس لیا۔ اب کھیر بالکل پاک ہو چکی تھی۔ اس نے سرپوش کو طشتری کے اوپر رکھا اور باورچی خانے سے رینگتا ہوا باہر نکل آیا۔

سامنے سے شاہی باورچی چلا آ رہا تھا۔ اس کی نظر جو سانپ

پر پڑی تو اس نے شور مچا دیا۔ سانپ سانپ سانپ! سارا محل جاگ پڑا۔ محل میں کبھی سانپ نہیں آیا تھا۔ وہاں سانپ آ بھی نہیں سکتا تھا۔ پہرے دار تلواریں اور نیزے لے کر سانپ کی تلاش میں اِدھر اُدھر دوڑنے لگے۔ لیکن سانپ تو پھر سے عقاب بن کر پنجرے میں آرام سے بیٹھ چکا تھا۔ شہزادہ بھی اٹھ بیٹھا۔ سانپ کو بہت تلاش کیا گیا مگر کہیں نہ ملا۔ سب نے یہی کہا کہ وہ محل سے نکل چکا ہے۔ بادشاہ نے حکم دے دیا کہ آئندہ اگر محل میں سانپ دیکھا گیا تو داروغہ صفائی کو قید کر دیا جائے گا۔

ناشتے کی تیاریاں ہونے لگیں۔ اتفاق سے بلکہ جان بوجھ کر وزیر بھی شہزادے کے کمرے میں آ گیا اور شکار کی باتیں کرنے لگا۔ عقاب اپنے پنجرے میں بیٹھا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ وزیر نے کہا۔

"شہزادۂ عالم! شکار کا موسم شروع ہو رہا ہے۔ آپ حکم کریں تو جنگل میں شکار کا انتظام ابھی سے شروع کروا دیا جائے۔"

"ہاں ہاں۔ وزیر صاحب! کیوں نہیں کیوں نہیں"

اتنے میں شاہی کنیزیں ناشتہ لے کر آ گئیں اور شہزادے کے آگے سجانا شروع کر دیا۔ وزیر نے اس طشتری کو دیکھا جس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے اندر اس نے خطرناک زہر ملایا ہوا تھا۔ وہ زیرلب مسکرایا اور شہزادے سے اجازت لے کر باہر نکل گیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ شہزادے کی موت اس کے سامنے ہو اور وہ اس قتل کا گواہ بنے۔ شہزادہ ناشتہ کرنے لگا۔ اس نے کھیر کی طشتری کا ڈھکنا اٹھا کر کہا۔

"ارے واہ! یہ تو ٹھنڈی کھیر ہے واللہ! کمال ہے۔"

ناگ اپنے پنجرے میں اطمینان سے بیٹھا تھا۔ شہزادہ اسے اچھا لگتا تھا۔ اس نے عقاب کو غلطی سے زخمی ضرور کر دیا تھا مگر اب بڑی محبت سے اس کا علاج بھی کیا تھا۔ عقاب اب تندرست ہو رہا تھا۔ وہ بھی یہی چاہتا تھا کہ پوری طرح تندرست ہو کر عنبر اور ماریا کی تلاش میں ملک سپین کا رُخ کرے۔ شہزادہ بڑے مزے سے چاندی کے چمچ کے ساتھ کھیر کھانے لگا۔

وزیر دروازے کے باہر پردے کی اوٹ سے لگا تھا۔ اس نے جو شہزادے کو کھیر کھاتے دیکھا تو اطمینان سے سر ہلایا اور وہاں سے کھسک گیا۔ اس کی جاگیر اور ایک لاکھ کا انعام پکّا ہو گیا تھا۔ وہاں سے وہ سیدھا شاہی باغ میں پہنچا جہاں انگریز کا ایک جاسوس مالی کے بھیس میں گلاب کی کیاریوں کو پانی دے رہا تھا۔ وزیر نے اس کے قریب سے گذرتے ہوئے کہا۔

"ریذیڈنٹ صاحب کو کہہ دینا کہ مُرغا مر گیا۔"

یہ اس کا خفیہ اشارہ تھا کہ شہزادہ زہر سے ہلاک ہو گیا ہے۔ مالی نے سر ہلایا کر کہا۔

"جو حکم حضور!"

وزیر اپنی طرف سے شہزادے کو زہر دے کر ہلاک کر چکا تھا۔ مگر جس کو اللہ رکھے اُسے کون چکھے۔ اُسے کون مار سکتا ہے بھلا۔ شہزادہ ساری کھیر بڑے مزے سے کھا گیا اور اس پر ذرا بھی اثر نہ ہوا۔ تھوڑی دیر بعد وزیر محل میں آکر بادشاہ سلامت کی خدمت میں پیش ہوا اور سلطنت کے مختلف کاموں کے بارے میں گفتگو کرنے لگا۔

وزیر کو پورا یقین تھا کہ ابھی شہزادے کی موت کی خبر آئے گی اور محل میں کہرام مچ جائے گا۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ بلکہ اس کے بالکل الٹ ہوا اور کچھ دیر بعد شہزادہ اچھا بھلا ہنستا مسکراتا بادشاہ سلامت کے پاس آکر تخت پر بیٹھ گیا، اور شکار کی باتیں کرنے لگا۔

"ابا حضور! وزیر صاحب ہمارے شکار کا اہتمام کر رہے ہیں۔ ہم اب کی جلدی شکار پر جائیں گے۔"

بادشاہ نے کہا۔

"جیسے تمہارے مرضی شہزادہ عالم! تمہیں اختیار ہے ہمیں پوری امید ہے کہ وزیر صاحب تمہاری حفاظت کا

خاص خیال رکھیں گے۔"

"کیوں نہیں عالم پناہ!"

وزیر نے جھک کر کہا اور دل میں پریشان ہوا کہ یہ کیا ہوگیا؟ زہر کا اثر کیوں نہیں ہوا۔ وہ تو بڑا خطرناک زہر تھا۔ سنیاسی نے اس کے سامنے شیشی میں سے تھوڑا سا زہر ایک کتے کو دہی میں ملا کر کھلایا تھا اور وہ تڑپ کر وہیں مر گیا تھا پھر شہزادہ کس طرح سے زندہ ہے؟ اس کی جاگیر اور ایک لاکھ روپے ڈوب گئے تھے۔ بلکہ انگریز ریذیڈنٹ کی نظروں میں وہ ذلیل ہونے والا تھا۔

رات کو انگریز ریذیڈنٹ بہادر نے وزیر کو قلعے کے خفیہ برج میں بلوایا اور پوچھا کہ شہزادہ مرا کیوں نہیں؟ وزیر نے یہی کہا کہ ایسا لگتا ہے زہر نے اثر نہیں کیا۔ ریذیڈنٹ بولا۔

"وزیر صاحب! ہم آپ کو دس لاکھ روپیہ اور ایک جاگیر زیادہ انعام میں دیں گے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ دو دن کے اندر اندر شہزادے کا سر ہمارے سامنے لایا جائے۔"

وزیر اتنا زیادہ انعام کا سن کر بڑا خوش ہوا۔ کہنے لگا۔

"میں شہزادے کا سر خود کاٹ کر لاؤں گا۔"

وزیر نے آتے ہی محل کے ایک پرانے جلاد کو اپنے ساتھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ملا لیا۔ اس جلاد سے بادشاہ خوش نہیں تھا۔ چنانچہ اُسے کام سے ہٹا دیا گیا تھا۔ اسے بھی بادشاہ سے ناراضی تھی۔ وزیر نے اسے پچاس ہزار روپے کا لالچ دیا تو وہ شہزادے کا سر کاٹنے کو تیار ہوگیا۔ طے یہ پایا کہ اگلے روز شام کو وزیر شہزادے کو شکارگاہ میں شکاری خیموں کے معائنے کے لئے لے جائے گا اور وہیں جھاڑیوں میں وہ چھپ کر بیٹھا ہو اور شہزادے کا سر تلوار مار کر کاٹ ڈالے۔

"پھر میں اس کا سر بوری میں بند کر لوں گا اور دھڑ دریائے گومتی میں بہا دیا جائے گا۔ اس کے بعد میں مشہور کر دوں گا کہ شہزادہ شکار پر نکل گیا ہے۔"

ناگ اس سازش سے بے خبر تھا۔ اب وہ پوری طرح تندرست ہو گیا تھا اور وہاں سے چلے جانے کا سوچ رہا تھا۔ جس روز وزیر نے جلاد کے ساتھ مل کر شہزادے کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا، اس روز ناگ اپنے پنجرے سے باہر نکل کر سونے کی چوکی پر بیٹھا تھا جو خاص طور پر اس کے لئے بنوائی گئی تھی کہ وزیر شہزادے کے پاس آکر بولا۔

"شہزادۂ عالم! چل کر ذرا شاہی شکارگاہ کے خیموں کا معائنہ فرما لیجئے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا سب کچھ تیار ہو گیا ہے؟"

"جی ہاں حضور! آپ تشریف لے چلئے اور خود معائنہ فرمائیے۔"

"واللہ آپ نے کمال کر دیا، چلئے۔ ہم ابھی آپ کے ساتھ چلتے ہیں۔"

اس وقت رات کا اندھیرا شام کے بعد دریا کنارے کے جنگلوں پر اترنا شروع ہو گیا تھا۔ لکھنؤ شہر پر اندھیرا چھا رہا تھا۔ محل کے اندر شمعیں روشن کر دی گئی تھیں۔ وزیر نے شہزادے کو ساتھ لیا اور گھوڑے پر سوار ہو کر دونوں شکار گاہ والے جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔ ناگ فوراً سمجھ گیا کہ یہ وزیر کی دوسری سازش ہے۔ اور وہ شہزادے کو ہلاک کرنے کی خاطر جنگل لے جا رہا ہے۔ ناگ کو اب اس محل سے چلے جانا تھا۔ اس نے سوچا جاتے جاتے شہزادے کی جان بچاتا جائے۔

بس یہ سوچ کر وہ خواب گاہ والی سونے کی چوکی سے نیچے اتر آیا۔ وہاں سے اڑ کر وہ باہر نہیں جا سکتا تھا۔ کیونکہ محل میں جگہ جگہ بھاری کمخواب کے پردے گرے ہوئے تھے وہ ایک بار پھر سانپ بن گیا۔ اس دفعہ وہ کالے رنگ کا چھوٹا سانپ بنا۔ تاکہ ایک تو رات کے اندھیرے میں نظر نہ آئے دوسرے چھوٹا ہونے کی وجہ سے جلدی سے نکل جائے شہزادے

کی خواب گاہ سے نکل کر وہ بڑے دالان والی راہ داری میں آ گیا۔ یہاں فرش پر بھاری قالین بچھے تھے۔ وہ دیوار پر آ گیا جہاں پردے لگے تھے۔ پردوں پر سے رینگتا وہ بڑے بڑے اونچے ستونوں والے ہال کمرے میں آ گیا۔

اتفاق سے ایک کنیز کی اس پر نظر پڑ گئی۔ بس پھر کیا تھا۔ اُس کے ہاتھ سے طشت نیچے گر پڑا اور وہ چیخ اٹھی۔

"سانپ!"

محل میں ایک بار پھر شور مچ گیا۔ مگر ناگ اس بار وہاں سے نکل چکا تھا۔ وہ محل کی چھت پر آ گیا۔ یہاں سے وہ بُرجی کی طرف گیا۔ آسمان پر رات کے پہلے ستارے طلوع ہو کر جھلملا رہے تھے۔ ناگ نے بُرجی میں پہنچ کر دوبارا عقاب کا روپ بدلا اور اڈاری مار کر فضا میں اُڑ گیا۔ وہ دریا کے پل کے اوپر آیا تو اس نے دیکھا کہ دو گھوڑ سوار پل پر سے گزر رہے تھے۔ عقاب ذرا نیچے آ گیا۔ ان میں سے ایک وزیر اور دوسرا شہزادہ تھا۔ انہوں نے عقاب کو نہیں دیکھا تھا۔ عقاب انکے سروں سے بلند ہو کر اڑا جا رہا تھا۔ پل کے پار سامنے جنگل آ گیا۔ اسی جنگل میں ایک جگہ وہ جلاّد تلوار لئے جھاڑیوں میں چھپا ہوا تھا جس نے شہزادے کا سر قلم کرنا تھا۔ ناگ کو اس جلاّد کا علم نہیں تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وزیر جنگل میں جا کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خود تلوار سے شہزادے کو ہلاک کرے گا۔ اب وہ چوکس ہو گیا تھا۔ جونہی گھوڑ سوار جنگل کے اندھیرے میں داخل ہوئے عقاب غوطہ لگا کر نیچے اتر آیا۔

زمین پر آتے ہی اس نے دوبارا پھن دار زہریلے سانپ کا روپ بدل لیا۔ اور بڑی تیزی سے ایک طرف سے ہو کر شہزادے کے گھوڑے کے ساتھ ساتھ بھاگنا شروع کر دیا۔

ایک جگہ پہنچ کر وزیر نے گھوڑا روک لیا اور کہا۔

"شہزادہ عالم! یہاں سے ہم پیدل چلیں تو بہتر ہوگا۔ کیونکہ آگے جنگل گھنا ہے۔"

شہزادے نے اندھیرے میں درختوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مگر اس جگہ تو ہم نے کبھی شکار گاہ نہیں دیکھی یہ آپ ہمیں کہاں لے آئے ہیں؟"

وزیر نے مکاری سے مسکرا کر کہا۔

"حضور! اس دفعہ میں نے بالکل نئی جگہ پر خیمے لگوائے ہیں۔ یہاں آپ کو بڑا شکار ملے گا۔ میرے ساتھ آیئے۔ میں آپ کو شکار گاہ دکھاتا ہوں۔"

شہزادہ کچھ ڈر سا گیا تھا۔ نوجوانی کی عمر تھی۔ جنگل بڑا بھیانک تھا وہ کبھی اکیلا ایسے جنگل میں نہیں آیا تھا۔ وزیر اُسے ساتھ لے کر اُن جھاڑیوں کی طرف آ گیا۔ جہاں اُس نے جلاّد کو چھپنے کے لئے کہا

ہوا تھا۔ جلاّد سیاہ کپڑے پہنے ہاتھ میں بڑی تیز دھار والی تلوار پکڑے جھاڑیوں کے پیچھے دبک کر بیٹھا شہزادے کا انتظار کر رہا تھا۔ جونہی اس نے وزیر اور شہزادے کے قدموں کی چاپ سنی وہ ہوشیار ہو گیا اور تلوار کے دستے پر ہاتھ کی گرفت مضبوط کر لی۔

وزیر نے بلند آواز سے کہا۔

"کوئی نوکر ہے یہاں تو حاضر ہو۔ شہزادہ عالم آئے ہیں۔"

یہ اشارہ تھا جلاّد کو کہ آکر شہزادے کا سر قلم کر دو۔ جلاّد نے وزیر کی آواز سُنی تو جھاڑیوں میں سے نکل آیا۔ شہزادے نے اندھیرے میں ایک سیاہ پوش آدمی کے ہاتھ میں چمکتی ہوئی تلوار دیکھی تو وزیر کے ساتھ لگ گیا اور سہم کر کہا۔

"یہ ——— یہ ڈاکو کہاں سے آ گیا۔ اِسے پکڑ لیں وزیر صاحب۔"

وزیر ہنسا اور شہزادے کو جلاّد کی طرف دھکیل کر بولا۔

"شہزادے صاحب! آپ کی زندگی کے دن پورے ہو چکے۔"

پھر جلاّد کی طرف دیکھ کر چلّایا۔

"کم بخت کام تمام کر، کس کا انتظار کر رہا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اچانک جھاڑیوں کے پیچھے سے ناگ انسان کی شکل میں نکل
کر سامنے آیا اور بولا۔

"یہ میرا انتظار کر رہا ہے۔"

وزیر نے حیرانی سے ناگ کی طرف دیکھا۔ ایک نوجوان اس کے
سامنے کھڑا تھا۔ شہزادہ اس کی طرف بھاگا۔

"مجھے بچاؤ۔ میں شہزادہ تاج بخت ہوں۔"

وزیر نے چیخ کر جلاّد سے کہا۔

"ان دونوں کے سر قلم کر دو۔"

جلاد نے تلوار لہرائی اور ناگ پر ٹوٹ پڑا۔ مگر ناگ غائب
چکا تھا۔ جلاّد کی تلوار درخت سے ٹکرا کر اس میں کھُب گئی
وہ تلوار نکال رہا تھا کہ وزیر نے خنجر نکال لیا۔ اسکی سازش
ناکام ہو رہی تھی۔ وہ حیران تھا کہ یہ تیسرا نوجوان کون تھا
وہاں آکر اچانک غائب ہو گیا۔ کیا وہ کوئی بھوت تھا؟ کیا
کسی کی بدروح تھی؟ جو کچھ بھی تھا وزیر اس بار ناکامی کا
منہ نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ جلاّد تلوار کھینچ رہا تھا اور وزیر
خنجر سے شہزادے پر حملہ کر دیا۔

ناگ ایک سیکنڈ میں انسانی شکل میں نمودار ہوا اور اس
وزیر کے آگے اپنی ٹانگ کر دی۔ وزیر اچھل کر منہ کے بل گرا
اس دوران میں جلاّد درخت کے تنے میں سے تلوار نکال چکا

تھا۔ وزیر نے زمین پر سے اٹھتے اٹھتے حکم دیا۔

"بدبخت! اپنا کام فوراً ختم کر۔"

جلاّد نے تلوار دوسری بار لہرائی اور شہزادے کی طرف لپکا۔ لیکن
اُسے یوں لگا جیسے اس کی ٹانگ پر کسی چیونٹی نے کاٹ کھایا
ہے۔ جلاّد نے کوئی پرواہ نہ کی اور جھاڑیوں کی طرف بھاگتے
ہوئے شہزادے کی طرف دوڑا۔ مگر اس بار اسے محسوس ہوا کہ
اس کی ٹانگوں سے جان نکل رہی ہے۔ پنڈلیاں کانپنے لگی ہیں
اور پاؤں من من بھاری ہو گئے ہیں۔ وہ اسی جگہ کھڑے کا کھڑا
رہ گیا۔ اس نے وزیر کی طرف پلٹ کر کہنا چاہا کہ اس کے
ساتھ کیا ہو رہا ہے مگر اس کی آواز حلق سے نہ نکل سکی۔
اس کا گلا بند ہو چکا تھا۔ پھر اس کے ہاتھ سے تلوار نیچے گر
پڑی اور منہ ناک اور کانوں سے خون جاری ہو گیا اور وہ
لڑکھڑا کر نیچے گر پڑا۔

شہزادہ ایک درخت کے پیچھے سے یہ سارا منظر دیکھ رہا تھا
وزیر نے مرے ہوئے جلاّد کی تلوار لے کر شہزادے پر حملہ
کرنے کا ارادہ کیا اور وہ درخت کی طرف آیا۔ یہاں آکر
اسے یوں لگا جیسے کوئی شے اس کی گردن پر دھپ سے گری
ہے۔ وزیر نے شہزادے کو دیکھ لیا تھا۔ وہ ہر حالت میں شہزادے
کو ہلاک کر دینا چاہتا تھا۔ جونہی وہ آگے بڑھا اس کی گردن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جیسے ٹوٹ کر ڈھلک گئی۔ ٹھیک اس وقت درخت کے پیچھے چھپے ہوئے شہزادے نے دیکھا کہ ایک کالا سانپ وزیر کی پیٹھ پر سے اچھل کر نیچے گرا اور جھاڑیوں میں گم ہو گیا۔

وزیر کی گردن کیا ڈھلکی کہ اس کے سارے جسم سے جان ہی نکل گئی۔ وہ کھڑے کھڑے ٹوٹے ہوئے درخت کی طرح دھ سے جھاڑیوں پر اوندھے منہ گرا اور پھر نہ اٹھ سکا۔ شہزاد درخت کی اوٹ سے باہر آگیا۔ اس کے سامنے اس کے دونوں قاتلوں کی لاشیں پڑی تھیں۔ وہ اسے اپنی خوش قسمتی سمجھ رہا تھا کہ اتفاق سے وہاں سانپ نکل آیا جس نے دونوں قاتلوں کو ڈس کر ہلاک کر دیا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ اس کی جان اس ناگ نے اللہ کے حکم سے بچائی ہے جو عقاب کی شکل میں اس کی خواب گاہ میں بیٹھا تھا۔

شہزادہ جنگل سے باہر نکل آیا۔ وہاں دونوں گھوڑے اسی طرح کھڑے گھاس کھا رہے تھے۔ شہزادہ گھوڑے پر سوار ہوا سامنے سے عقاب پھڑپھڑاتا ہوا آکر اس کے ساتھ والے گھوڑے پر بیٹھ گیا۔ شہزادہ بڑا حیران ہوا کہ یہ عقاب رات کو یہاں کیسے آگیا۔ اس نے عقاب کی طرف دیکھا تو اب وہاں عقاب نہیں بلکہ ناگ انسان کی شکل میں بیٹھا تھا۔ شہزادہ تو دہشت سے گرتے گرتے بچا۔ ناگ نے کہا۔

"شہزادے! گھبراؤ نہیں۔ میں عقاب کے روپ میں انسان تھا جو تمہارے محل میں رہ رہا تھا۔ تم نے مجھے زخمی کر دیا تھا۔ لیکن جس طرح تم نے میری دیکھ بھال کی اس سے میں بڑا خوش ہوا اور جب وزیر نے تمہارے قتل کا منصوبہ بنایا تو میں نے فیصلہ کیا کہ تمہاری جان ہر حالت میں بچاؤں۔"

ناگ نے شہزادے کو زہریلی کھیر کا بھی سارا واقعہ سنا دیا۔ شہزادہ ناگ کا بیحد شکر گذار ہوا۔ وہ ناگ کو لے کر محل کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں ناگ نے کہا کہ وہ ملک سپین کی طرف جانا چاہتا ہے کیا وہ اُسے بتا سکتا ہے کہ سپین جانے کے لئے اُسے کسی جگہ سے سفر شروع کرنا چاہیے۔ شہزادے نے ناگ سے کہا۔

"عزیز بھائی! تمہیں ہندوستان کی بندرگاہ کلکتے سے بحری جہاز میں سوار ہونا ہوگا۔ جو سپین یا پرتگال کی طرف جا رہا ہو۔ ملک سپین کو سمندری جہاز ہی جاتے ہیں۔ ادھر خشکی کے راستے قافلے نہیں جاتے۔"

ناگ نے کہا۔

"شکریہ شہزادے! اب مجھے اجازت دو۔ کیونکہ میرا سفر بڑا لمبا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شہزادے نے ایک بار پھر ناگ کا دلی شکریہ ادا کیا اور کہا کہ وہ ساری زندگی اس کے احسان کو یاد رکھے گا۔ ناگ شہزادے سے اجازت لے کر دریائے گومتی کے کنارے کنارے بنگال کی طرف روانہ ہو گیا۔ رات ابھی کافی باقی تھی۔ دریا بڑی خاموشی سے بہہ رہا تھا۔ دریا کے پانی میں ستاروں کا دُھندلا دُھندلا عکس نظر آ رہا تھا۔ ملک سپین وہاں سے بہت دور تھا لیکن اُسے یقین تھا کہ وہ ایک نہ ایک دن وہاں پہنچ کر عنبر اور ماریا کو ضرور تلاش کر لے گا۔

باقی ساری رات ناگ گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھا سفر کرتا رہا۔ جب دن نکلا تو وہ اودھ کے صوبے سے نکل کر بنگال کے صوبے میں داخل ہو چکا تھا۔ یہاں آم کے درختوں کی بجائے اب ناریل اور کیلے کے درختوں کے جھنڈ آنا شروع ہو گئے تھے۔ دریا آدھی رات کو ہی اس سے الگ ہو کر ہمالیہ کے پہاڑوں کی جانب مڑ گیا تھا۔ ناگ کو گھوڑے کی سواری بہت پسند تھی۔ وگرنہ وہ اڑ کر بھی سفر کر سکتا تھا۔ اُڑ کر سفر کرنے میں ایک مصیبت تھی کہ ہوا میں بڑا پرندہ حملہ کر دیتا تھا۔ ہاں وہ خود بڑا پرندہ بن کر اڑے تو بچ سکتا تھا۔ بڑا پرندہ بن کر اُڑتے میں یہ مصیبت تھی کہ نیچے سے شکاری کا تیر اسے لگ کر زخمی یا ہلاک کر سکتا تھا۔ اس لئے ناگ بڑی مجبوری کی حالت میں پرندہ بن کر اڑتا تھا۔

خونی کھیل

کلکتے کی بندرگاہ پر سمندری جہاز کھڑے تھے۔

ناگ عام انسانی شکل وصورت میں ایک طرف جنگلے کے ساتھ لگ کر کھڑا جہازوں کو دیکھ رہا تھا۔ ایک جہاز پر سامان لادا جا رہا تھا۔ ناگ نے ایک مزدور سے پوچھا کہ یہ جہاز کس ملک کو جانے کی تیاری کر رہا ہے۔ مزدور نے بتایا کہ یہ جہاز افریقہ جا رہا ہے۔

"نوجوان لڑکے تم کہاں جانا چاہتے ہو؟" مزدور نے پوچھا۔

"میں آپ کو ایک بار پھر بتا دینا چاہتے ہیں کہ ناگ عنبر اور ماریا کی عمر پندرہ بیس بیس سال کی تھیں۔ ناگ بمشکل اٹھارہ انیس سال کا نوجوان لگتا تھا۔ عنبر بھی جب آج سے پانچ ہزار برس پہلے مصر کے اہراموں سے نکل کر اپنے نا ختم ہونے والے سفر پر روانہ ہوا تھا تو اس کی عمر بیس سال تھی اور ابھی تک اس کی عمر ایک دن، بلکہ ایک گھنٹے کا بھی اضافہ نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ وہ امر ہو چکا تھا۔ اور اس پر عمر کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ ناگ نے مزدور سے کہا کہ وہ ملک سپین جانا چاہتا ہے۔ مزدور کی زبانی اُسے معلوم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوا کہ سپین کو ایک جہاز دس روز بعد جانے والا ہے۔

"اگر تم افریقہ چلے جاؤ تو وہاں سے بھی تمہیں سپین جانے والا جہاز مل سکتا ہے۔"

مگر ناگ یہاں سے سیدھا سپین جانا چاہتا تھا۔ وہ دس روز کے لئے کلکتہ میں رُک گیا۔ اس کے کپڑے بڑے گندے اور پرانے ہو گئے تھے۔ وہ سب سے پہلے اپنا حلیہ انسانوں والا بنانا چاہتا تھا۔ اس کے پاس پیسے بہت کم تھے۔ بمشکل سپین تک کا کرایہ ہی تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کے پاس اتنی رقم جمع ہو کہ وہ بڑی آسانی سے سفر طے کر سکے۔ دس دنوں میں وہ اتنی رقم نہیں کما سکتا تھا۔

آخر وہ شہر سے باہر محلات کے کھنڈروں کی تلاش میں نکل پڑا کیونکہ عام طور پر بادشاہوں کے خزانے محلات کے کھنڈروں میں ہی دفن ہوتے ہیں۔ اس کا ارادہ تھا کہ کسی خزانے کے سانپ کو مل کر اس خزانے میں سے اپنی ضروریات کی رقم نکلوا لے گا۔ کلکتہ شہر کے باہر دریائے ہگلی کے کنارے ایک پرانا گھاٹ اسے دکھائی دیا جس کے ساتھ ہی آم کے گھنے درختوں کے جھنڈ میں کسی پرانے محل کا کھنڈر تھا جس میں اس وقت صرف محل کی بارہ دری اور ایک دریچہ ہی سلامت رہا تھا۔ یہ کھنڈر مغلوں سے بھی پہلے کا تھا۔

ناگ نے کشتی کے ذریعے دریا پار کیا اور گھاٹ پر آ کر دور سے کھنڈر کا جائزہ لیا۔ دن کا وقت تھا۔ دھوپ خوب چمک رہی

تھی۔ گرمی اور تپش اس قدر زیادہ تھی کہ لوگ گھروں میں آرام کر رہے تھے۔ مزدور اور کسان جھونپڑوں میں پڑے تھے۔ صرف وہی مسافر نظر آ رہے تھے۔ جو کشتی سے اتر کر کھیتوں میں سے ہو کر اپنے اپنے گاؤں کو جا رہے تھے۔ ناگ آم کے درختوں کے پاس آیا اور کھنڈر کی طرف چلا۔ کھنڈر میں ایک کانٹے دار جنگلی گلاب کی بیل تھی جو اوپر ٹوٹے ہوئے دریچے تک چڑھ گئی تھی۔

اس بیل پر کہیں کہیں سفید رنگ کے چھوٹے چھوٹے گلاب کھلے تھے جن کی پتیاں سخت تپش میں مرجھا رہی تھیں۔ دریا کی طرف سے کبھی گرم ہوا آ جاتی اور کبھی ٹھنڈی جھونکا آ جاتا تھا۔ لیکن ناگ ان باتوں سے بے نیاز خاموشی سے کھنڈر کا جائزہ لے رہا تھا۔ اسے ابھی یقین نہیں تھا کہ یہاں کوئی خزانہ ہے بھی کہ نہیں۔ اس نے آنکھیں بند کر کے اپنی سانپوں کی آواز میں سگنل دیا۔ یہ سگنل بڑا طاقتور تھا۔

ایک کالے رنگ کا کوبرا سانپ کھنڈر کے پیچھے انجیر کے درخت تلے گھاس میں چھپا آرام کر رہا تھا کہ عظیم ناگ کا سگنل اس کے جسم سے ٹکرایا اور وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ سانپوں میں اس سانپ کو دیوتا کا درجہ مل جاتا ہے جو پانچ سو سال تک زندہ رہنے کے بعد اس لائق بن جاتا ہے کہ وہ چاہے تو انسان جانور یا پرندے کا روپ بدل لے۔ ایسا سانپ مقدّس

ہو جاتا ہے۔

ناگ نے ابھی دوسرا سگنل دیا نہیں تھا کہ کوبرا ناگ کے حضور آکر جھک گیا اور آداب بجا کر بولا کہ حضور عظیم ناگ نے کس خدمت کے لئے یاد فرمایا ہے؟ ناگ نے اُسے اپنا مقصد بیان کیا تو کوبرا بولا۔

"عظیم ناگ! اس کھنڈر میں تو کوئی خزانہ نہیں بلکہ اس سارے علاقے میں کسی بھی جگہ خزانہ نہیں ہے۔ ہاں یہاں سے قریب ہی اچھوتوں کا گاؤں ہے۔ اس گاؤں میں ایک برہمن جاگیردار کی حویلی ہے۔ یہ برہمن جاگیردار بڑا ظالم ہے۔ اچھوتوں سے سارا سارا سال اپنی زمینوں پر کام لیتا ہے۔ انہیں کچھ نہیں دیتا بس آپ ہی ساری دولت جمع کر لیتا ہے۔ اس کے پاس بڑی دولت جمع ہے۔ اگر حکم کریں تو میں وہاں سے آپ کو سونے کے سکّے لا دیتا ہوں۔"

ناگ نے کہا۔

"نہیں دوست شکریہ! اگر یہ بات ہے تو وہاں سے میں خود اپنی ضرورت کے سکّے لے لوں گا تم جا سکتے ہو۔"

کوبرا نے سلام کیا اور چلا گیا۔ اصل میں ناگ نے سوچا کہ ابھی اُسے اس شہر میں دس روز گذارتے ہیں۔ وہ خود بھی ذرا مصروف رہے گا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بس وہ کوبرا کے بتائے ہوئے پتے پر دوسرے قصبے کی طرف روانہ ہو گیا۔ یہ گاؤں دریا کے کنارے ہی آباد تھا۔ ایک طرف اونچا پہاڑ تھا اور دوسری طرف دریا۔ بیچ میں چاول کے سرسبز کھیت تھے اور قصبہ آباد تھا۔ یہاں وہاں اچھوتوں کی ٹوٹی پھوٹی جھونپڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔ لیکن ان کے درمیان ایک بڑی خوبصورت حویلی کھڑی تھی۔ ناگ سمجھ گیا کہ یہی وہ حویلی ہے جہاں ظالم جاگیردار رہتا ہے ناگ چھُپ کر یا کسی دوسرے بھیس میں جاگیردار کے ظلم کو خود اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا تھا۔

وہ زرد رنگ کی چھوٹی سی بنگالی چڑیا بن کر پھُر سے اڑ گیا۔

کھیتوں اور اچھوتوں کی خستہ حال ٹوٹی پھوٹی گندی جھونپڑیوں کو دیکھنے کے بعد وہ جاگیردار کی حویلی میں آ گیا۔ حویلی کا دروازہ ساگوان کی قیمتی لکڑی کا بنا ہوا تھا اور کافی بڑا تھا۔ اندر صحن تھا جس میں انار کے ساتھ ساتھ کیلے اور شریفے کے درخت لگے تھے۔ بیچ میں بڑی سی چارپائی پر مولسری کے درخت کی چھاؤں میں موٹی توند اور بھینسے ایسی گردن والا جاگیردار صرف تہمند باندھے بڑی ہی ایسی توند آگے رکھے دراز تھا۔ دو نوکر اُسے پنکھا کر رہے تھے۔ دو ملازم اس کے پاؤں داب رہے تھے۔ چار اچھوت ایک طرف اور چار اچھوت ایک طرف سامنے زمین پر ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ناگ چپکے سے مولسری کے درخت کی ٹہنی پر جا کر بیٹھ گیا۔ یہاں سے وہ سارا سین دیکھ سکتا تھا۔ جاگیردار نے ہاتھ کے اشارے سے ایک اچھوت کو کچھ کہا۔ اچھوت ہاتھ جوڑ کر پہلے کھڑا ہوا۔ پھر جھکا۔ پھر اس نے جاگیردار کے قریب آ کر زمین پر بوسہ دیا اور دو زانو ہو کر بیٹھ گیا اور بولا۔

"مہاراج! آپ ہمارے مائی باپ ہیں۔ آپ کا جھوٹا کھا کر ہم بڑے ہوئے۔ میری ایک ہی بچی ہے۔ یہ شخص اس پر جھوٹی تہمت لگاتا ہے کہ میری بچی نے اس کے گھر سے لکڑیاں چرائی ہیں۔"

جاگیردار کے قریب ہی ایک لمبا چمڑے کا ہنٹر پڑا تھا۔ اس نے وہیں سے ہنٹر لہرا کر زور سے اچھوت کو دے مارا۔ اچھوت تڑپ اٹھا مگر اس نے اف تک نہ کی۔

"حرامی! جھوٹ بکتا ہے۔ ہم تمہاری بچی کا جھوٹ سچ درگا دیوی کے سامنے معلوم کریں گے۔ آج شام دیوی کے سامنے گاؤں کے تمام زہریلے سانپ لا کر تمہاری بچی کے سامنے رکھے جائیں گے۔ تمہاری بچی کو حکم دیا جائے گا کہ تمام زہریلے سانپوں کو ایک ایک کر کے اپنے گلے میں ڈالے۔ اگر کسی سانپ نے تمہاری بچی کو نہ کاٹا تو تمہاری بچی بے قصور ہو گی۔ اسے

چھوڑ دیا جائے گا۔ اور اگر سانپ نے کاٹ لیا تو وہ مر جائے گی اور یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ چور تھی جاؤ۔ کل اس امتحان کے لئے اپنی لڑکی کو تیار کرو۔"

اتنا سُن کر اچھوت دھاڑیں مار کر رونے لگا۔

"مائی باپ معاف کر دیں۔ میری بچی پر رحم کریں وہ بے گناہ ہے۔"

جاگیردار پلنگ پر بیٹھ گیا اور پورے زور سے اچھوت کی پیٹھ پر ہنٹر برسانے شروع کر دیئے۔

"حرامزادے! بکواس کرتا ہے۔ بک بک کرتا ہے۔ اگر وہ بے گناہ ہے تو کل ثابت ہو جائے گا۔ دفع ہو جا یہاں سے۔"

جاگیردار نے اپنے نوکروں کو حکم دیا کہ اس کو اٹھا کر جھونپڑی میں پھینک آؤ۔

"اور اس کے گھر کے اردگرد تلوار کا پہرہ لگا دو کہ یہ کہیں بچی کو لے کر بھاگ نہ جائے۔"

جاگیردار کے نوکر اس سے زیادہ ظالم تھے۔ انہوں نے اچھوت بوڑھے کو نیزے چبھو چبھو کر اٹھایا اور اس طرح اسے جھونپڑی میں لے جا کر بچی سمیت بند کر کے باہر تلوار والے سپاہیوں کا پہرہ لگا دیا۔ ناگ درخت کی ٹہنی پر بیٹھا یہ سارا ظلم کا کھیل دیکھتا رہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہ بات اس پر ثابت ہو گئی کہ جاگیردار بے حد پتھر دل اور ظالم ہے۔ خود عیش سے رہتا ہے اور اچھوتوں پر بڑا ظلم کرتا ہے۔ اب وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ اچھوت کی بچی کون ہے؟ ناگ وہاں سے اڑ کر جھونپڑی میں آ گیا۔

جھونپڑی میں اچھوت سسکیاں بھر رہا تھا۔ اس کی چھ سات سال کی سانولی سی پیاری پیاری بچی اس کی گود میں تھی اور وہ اُسے بار بار پیار بھی کر رہا تھا۔

"بیٹی کوشلیا! مجھے معاف کر دینا۔ میں باپ ہو کر بھی تیری حفاظت نہ کر سکا۔ جاگیردار کے سانپ تجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ سانپ کا تو کام ہی ڈسنا ہے وہ تو ہر ایک کو ڈس دیتے ہیں۔ بھگوان! میری مدد کر! میری بچی بے گناہ ہے۔ اسے بچا لے۔"

سانولی لڑکی کوشلیا بھی رو رہی تھی۔ مگر ایک زرد بنگالی چڑیا کو پھُر کر کے جھونپڑی کے اندر آتے دیکھ کر اس نے اپنے آنسو کہنی سے پونچھے اور بڑی معصومیت سے اُسے تکنے لگی زرد چڑیا جھونپڑی کے اندر ایک ٹوٹی ہوئی چارپائی کے اوپر بیٹھی تھی۔ کوشلیا نے اپنے باپ کی توجہ زرد چڑیا کی طرف دلائی مگر اس کے باپ پر غم کا پہاڑ ٹوٹ چکا تھا۔ اسے روتا دیکھ کر کوشلیا پھر رونے لگی۔ بے چاری چھوٹی تھی۔ موت کا

خوف ابھی اتنا زیادہ نہیں تھا۔ مگر اس کے غریب مزدور باپ کی تو دنیا اندھیر ہو گئی تھی۔ وہ اُسے لے کر وہاں سے فرار بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اور اگر فرار بھی ہوتا تو غریب آدمی کہاں جا سکتا ہے۔ جاگیردار کے گھوڑ سوار اور جاسوس اُسے جہاں وہ جاتا پکڑ کر لا سکتے تھے۔

ناگ جھونپڑی سے باہر نکل آیا اور پہاڑی کے دامن میں کھیتوں اور درختوں کی سیر کرنے لگا۔ وہ غوطہ کھا کر کبھی آسمان کی طرف جاتا اور کبھی اڈاری مار کر کھیتوں اور آموں اور شریفے کے جھنڈوں کی طرف نکل جاتا۔ اُدھر سارے گاؤں میں بلکہ دوسرے گاؤں میں بھی اعلان کروا دیا گیا کہ اچھوت کی بیٹی کوشلیا سانپوں کو گلے میں ڈالے گی۔ شام سے پہلے ہی جاگیردار کی حویلی کے باہر دیہاتی لوگوں کا جمگھٹا لگ گیا۔ ابھی سورج نہیں غروب ہوا تھا۔ بس دھوپ کی تپش کم ہو گئی تھی۔

تین سپیرے اپنی اپنی زہریلے سانپوں کی پٹاریاں لے کر آن موجود ہوئے۔ جاگیردار ایک اونچے چبوترے پر پلنگ ڈالے بیٹھ گیا۔ سامنے خالی جگہ پر آمنے سامنے تین سپیرے بیٹھ گئے۔ پرے پرے لوگ ایک دوسرے کے اوپر چڑھ کر بیٹھے تھے۔ کچھ پیچھے قطاریں باندھے کھڑے تھے۔ جاگیردار نے حکم دیا۔

"اچھوت کی بیٹی کوشلیا کو لایا جائے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لڑکی کے باپ کا غم کے مارے بُرا حال ہو رہا تھا۔ اسے ایک طرف ہٹے کٹے نوکروں نے پکڑ کر اپنے پاس بٹھا لیا۔ دو نوکر اس کی بچی کوشلیا کو لے کر میدان میں آ گئے۔ کوشلیا بے چاری کا دہشت کے مارے بُرا حال ہو رہا تھا اور اس کی رو رو کر ہچکی بندھی ہوئی تھی۔ سپیرے ذرا پرے پرے ہو گئے۔ انہوں نے زہریلے سانپوں کی پٹاریاں اپنے سامنے رکھ لیں اور بین نکال کر بجانے شروع کر دیئے۔ اس خیال سے کہ بچی کہیں ڈر کر بھاگ نہ جائے اس کے دونوں پیر ایک لوہے کی میخ زمین میں ٹھونک کر اس کے ساتھ باندھ دیئے گئے تھے۔

سپیروں نے بین بجاتے بجاتے پٹاریوں کے منہ کھول دیئے۔ تینوں پٹاریوں میں سے دو دو کالے ناگ گردنیں باہر نکال پھن پھیلا کر جھومنے لگے۔ سانپوں کو پھن اٹھائے دیکھ کر لوگوں نے تالیاں بجائیں۔ کوشلیا کے باپ نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گیا اُسے وہاں سے اٹھا کر حویلی کی ایک کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا۔

کالے سانپوں کو دیکھ کر کوشلیا بھی رونے لگی۔ وہ ڈر کر بھاگی مگر اس کے دونوں پاؤں لوہے کی میخ سے بندھے ہوئے تھے۔ بے چاری گر پڑی۔ جاگیر دار نے پکار کر کہا۔

"سن لڑکی! ان سانپوں کو گلے لگائے اگر تو بے گناہ ہے تو سانپ تجھے کچھ نہیں کہیں گے۔"

مگر کوشلیا کی تو گگھی بندھی تھی۔ بے چاری کا خوف کے مارے بُرا حال ہو رہا تھا۔ سپیروں نے چھ کے چھ سانپوں کو پٹاریوں سے باہر نکال لیا۔ وہ بین کی لے پر جھوم رہے تھے۔ یہ بنگال کے سب سے زہریلے سانپ تھے۔ اور جس کسی کو کاٹتے تھے وہ دیکھتے دیکھتے مر جاتا تھا اور اس کا جسم پھٹ جاتا تھا۔ لوگ ڈر کر دو دو قدم پیچھے ہٹ گئے۔

سپیرے سانپوں کو لے کر کوشلیا کے قریب آ گئے۔ لڑکی اب اس قدر دہشت زدہ ہو گئی تھی کہ وہ رو بھی نہیں رہی تھی۔ بس دونوں بند مٹھیاں منہ کے پاس رکھے بار بار ہچکی لے رہی تھی۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھٹی ہوئی تھی۔ رنگ مردہ ہو گیا تھا اور ہونٹ مٹی کی طرح خشک تھے۔ وہ ٹکٹکی باندھے سانپوں کو دیکھے جا رہی تھیں۔ سانپ اب دو طرف سے تین تین کی شکل میں اس کی طرف پھن لہراتے آہستہ آہستہ بڑھ رہے تھے۔

ناگ ابھی تک زرد بنگالی چڑیا بن کر درخت کی شاخ پر بیٹھا تھا۔ جونہی اس نے محسوس کیا کہ اب وقت آ گیا ہے تو وہ درخت سے نیچے اتر آیا۔ اور جھٹ انسانی شکل اختیار کر کے لوگوں کے ہجوم کو چیرتا ہوا اگلی قطار میں آ کر کھڑا ہو گیا۔

سانپ کوشلیا کی طرف اپنی زبانیں پھنکارتے بڑھ رہے تھے کہ اچانک جیسے کسی نے انہیں وہیں پیچھے سے کھینچ کر روک لیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ وہیں جم کر رہ گئے۔ انہیں فوراً پتہ چل گیا کہ اس ہجوم میں کہیں عظیم ناگ موجود ہے۔ انہوں نے اپنے پھن ہجوم کی طرف پھیر دیئے۔ لوگ سانپوں کا رُخ اپنی طرف ہوتا دیکھ کر ایک ایک قدم اور پیچھے ہٹ گئے۔ سانپ آہستہ آہستہ ہجوم میں اس طرف چلے جہاں ناگ کھڑا تھا۔ سانپوں نے سب کے درمیان کھڑے ناگ دیوتا کو دیکھ لیا تھا۔ جونہی وہ ناگ کی طرف آئے لوگ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے اور کافی پیچھے اونچی جگہ پر رک کر تماشہ دیکھنے لگے۔ جاگیردار بھی پریشان ہو گیا۔ اس نے چلّا کر سپیروں سے کہا۔

"یہ تمہارے باپ کدھر جا رہے ہیں۔ انکو سنبھالتے کیوں نہیں ہے"

سپیرے خود پریشان تھے کہ ان کے سانپ آج ان کا حکم کیوں نہیں مان رہے اور بین کی آواز کو چھوڑ کر یہ ہجوم کی طرف کیا لینے جا رہے ہیں۔ انہوں نے جاگیردار سے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"سرکار! ہماری بھی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔ ہم ابھی انہیں پکڑتے ہیں"

"ابے حرامیو! پکڑنا نہیں۔ انہیں اس اچھوت لڑکی پر چھوڑ دو۔ درگا دیوی کا بچن پورا نہ ہوا تو اس گاؤں پر آفت آ جائے گی"

سپیرے آگے بڑھے۔ سانپ اب ناگ سے کوئی دس پندرہ فٹ کے فاصلے پر زمین پر اپنی گردنیں لگائے ہوئے تھے۔ سپیروں نے انہیں لکڑی کے بڑے بڑے چمٹوں سے زبردستی اٹھا کر کوشلیا لڑکی کے پاس لا کر ڈال دیا۔ عین اس وقت ناگ نے چھ کے چھ سانپوں کو خاموش آواز میں کہا۔

"خبردار! اس بچی کو ہرگز مت ڈسنا۔ اس کے گلے میں موتیوں کی مالا لا کر پہناؤ"

سب سے زہریلے سانپ نے جو سانپوں کا سردار تھا سر جھکا کر خاموش سگنل کی زبان میں کہا۔

"جو حکم عظیم ناگ"

اتنا کہہ کر پانچ سانپ تو لڑکی کے اردگرد جا کر ڈانس کرنے لگے اور چھٹا سردار سانپ نے اتنی زور اور طاقت کی چھلانگ لگائی کہ وہ ہجوم کے پیچھے جا گرا اور وہاں سے رینگتا ہوا گم ہو گیا۔ اب وہاں منظر ہی کچھ اور ہو گیا تھا۔ اب وہاں منظر ہی کچھ اور ہو گیا تھا۔ جاگیردار حیران اپنے پلنگ پر اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس کی موٹی توند بار بار سانس لینے سے ہل رہی تھی۔ سپیرے زور زور سے بین بجا کر سانپوں کو مجبور کر رہے تھے کہ وہ لڑکی کو ڈس کر ہلاک کر دیں۔ ایک سپیرا چھٹے بھاگے ہوئے سانپ کی تلاش میں وہاں سے نکل گیا تھا۔ لوگوں پر دہشت اور سنسنی چھائی

تھی۔ وہ اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ دلچسپ کھیل دیکھ رہے تھے۔

وہاں کسی کو ناگ پر ابھی تک شک نہیں ہوا تھا کہ یہی وہ شخص ہے جس کے حکم پر سانپ یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ کوشلیا بے چاری پریشان خوف زدہ کھڑی کانپ رہی تھی اور سانپ اس کے اردگرد خوشی کے ساتھ رقص کر رہے تھے۔ مگر وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ ابھی اسے کاٹ کھائیں گے اور وہ مر جائے گی۔

اتنے میں ہجوم اِدھر اُدھر پھٹ گیا اور شور سا مچا۔ معلوم ہوا کہ سانپوں کا سردار منہ میں نیلے موتیوں کی مالا پکڑے پھن اٹھائے بھاگا چلا آ رہا ہے۔ لوگ ڈر کے اِدھر اُدھر بھاگ گئے۔ سانپ درمیان میں سے نکل کر میدان میں آ گیا۔ ایک سپیرا بین بجاتا ہوا اس کے قریب آیا کہ اس کے منہ سے قیمتی مالا چھین لے کہ دوسرے سانپ نے اتنی زور سے پھنکار ماری کہ سپیرا ڈر کر دس قدم پرے ہٹ گیا۔

سردار سانپ بڑے ادب سے سہمی ہوئی بچی کے پاس گیا اور نیلے موتیوں کی مالا اس کی گردن میں پہنا دی۔ لوگ زور زور سے تالیاں بجانے اور نعرے لگانے لگے کہ لڑکی بے گناہ ہے۔ اسے چھوڑ دو۔ یہ دیوی ہے۔ جاگیردار نے بلند آواز میں کہا۔

"خبردار! بکواس بند کرو۔ ابھی سانپ اسکی گردن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے نہیں گزرے ——— اگر سانپوں نے اسے نہ ڈسا تو لڑکی بے گناہ ثابت ہو جائے گی۔"

ناگ نے جاگیردار کے یہ الفاظ سنے تو سانپوں کو خاموش آواز کی لہروں کا سگنل دیا۔

"ایک ایک کر کے لڑکی کی گردن پر سے رینگتے ہوئے گزر جاؤ۔"

سانپوں نے ناگ کا حکم سن لیا۔ وہ قطار بنا کر پھن اٹھائے لڑکی کے قریب آ گئے۔ لڑکی کا خوف ہار پہنانے سے کچھ دور ہو گیا تھا۔ پھر بھی وہ سہمی ہوئی تھی کہ کہیں کوئی سانپ اُسے ڈس نہ لے۔ اب جو اس نے چھ کے چھ سانپوں کو اپنی طرف آتے دیکھا تو خوف کے مارے رونے لگی۔ مگر سانپوں نے اس کے رونے کی کوئی پروا نہ کی۔ انہیں تو اپنے عظیم ناگ دیوتا کا حکم پورا کرنا تھا۔ سانپ کوشلیا کے جسم پر چڑھ کر رینگتے ہوئے اس کی گردن پر سے ہو کر دوسری طرف سے نیچے اتر آئے۔ یہ وقت کوشلیا بے چاری کے لئے موت سے کم نہیں تھا اور وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔

جب سارے سانپ نیچے اتر آئے اور کسی نے کوشلیا کو نہ ڈسا تو لوگوں نے ایک بار پھر نعرے لگانے شروع کر دیئے۔

"کوشلیا بے گناہ ہے، کوشلیا دیوی ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جاگیردار کو بڑی خار آئی۔ کیونکہ اس کی سُبکی ہو گئی تھی۔ وہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ سانپ اُسے نہ ڈسیں۔ وہ پلنگ پر سے اپنا بھاری پھولا ہوا پیٹ سنبھالتا اٹھ کر چبوترے پر کھڑا ہو گیا۔ اس کے نوکر پیچھے دیوار بنا کر کھڑے ہو گئے۔ جاگیردار نے سپیروں سے کہا۔

"حرامی کُتو! تم نے سانپوں کا زہر نکال رکھا ہے تم نے لوگوں سے پیسے وصول کر لئے ہیں۔ میں ابھی دیکھتا ہوں کہ ان سانپوں میں زہر ہے کہ نہیں"

جاگیردار نے حکم دیا کہ کوشلیا کے باپ کو لایا جائے۔ سپیروں نے ہاتھ باندھ کر عرض کی۔

"مہاراج! ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یہ بنگال کے سب سے زہریلے سانپ ہیں۔ ناحق کسی کی جان نہ لیں"

جاگیردار نے ہنٹر لہرا کر کہا۔

"نہیں۔ ہم اس بچی کے باپ پر سانپوں کا زہر آزمائیں گے۔ اس کے کمینے باپ کو لایا جائے"

بچی کوشلیا کے باپ کو ہوش آ چکا تھا۔ بے چارے کو پکڑ کر وہاں لایا گیا۔ اس نے جب دیکھا کہ اس کی بچی زندہ ہے تو وہ بہت خوش ہوا لیکن جب اسے بتایا گیا کہ اب اُسے سانپوں سے ڈسوایا جائے گا تو وہ پریشان ہو گیا اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"مہاراج! یہ ظلم نہ کریں۔ میرے چھوٹے چھوٹے بچے

ہیں۔ مجھ پر رحم کریں"

جاگیردار گرجا۔

"بکواس بند کر کمینے کتے! ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ ان حرامی سپیروں نے ان سانپوں کا زہر نکالا ہے کہ نہیں"

جاگیردار کے حکم پر کوشلیا کو کھول کر وہاں اس کے باپ کو باندھ دیا گیا اور سب پیچھے ہٹ گئے۔ سانپ سپیروں کے پاس پھن اٹھائے کھڑے تھے اور سپیرے بین بجا کر انہیں قابو میں کئے ہوئے تھے۔ جاگیردار نے حکم دیا۔

"سانپوں کو چھوڑ دیا جائے"

سانپ لے کر سپیرے کوشلیا کے بے گناہ باپ کی طرف بڑھے تو عین اُس وقت لوگوں میں کھڑے ناگ نے سانپوں کو ایک بار پھر حکم دیا کہ اس آدمی کو کچھ نہ کہا جائے۔ سانپ ناگ کے حکم کے مطابق اچھوت کے پاس جا کر اس کے جسم پر رینگ کر اتر گئے اور انہوں نے اسے کچھ نہ کہا۔ اس پر تو جاگیردار کا پارہ اور زیادہ چڑھ گیا۔ لوگوں نے اچھوت کے حق میں بھی نعرے لگائے۔ جاگیردار چبوترے سے نیچے اتر آیا۔

"تم سب آپس میں ملے ہوئے ہو۔ میں تم سب کی گردنیں مار دوں گا۔ میں تمہیں اپنے بھوکے شکاری کتوں کے آگے ڈال دوں گا"

اب سب سے بوڑھا سپیرا آگے بڑھا۔ وہ ایک پرانا اور تجربہ کار سپیرا تھا۔ وہ کچھ کچھ معاملے کی تہہ تک پہنچ گیا تھا۔ اس نے ایک نظر ہجوم پر ڈالی اور پھر جاگیردار کی طرف ہاتھ باندھ کر دیکھا اور کہا۔

"مہاراج! نہ یہ سانپ بغیر زہر کے ہیں اور نہ ہم کسی سے ملے ہوئے ہیں۔"

جاگیردار نے کڑک کر کہا۔

"پھر انہوں نے لڑکی کے باپ کو کیوں چھوڑ دیا؟"

بوڑھے سپیرے نے کہا۔

"مہاراج! اس جگہ لوگوں میں کوئی ایسا آدمی موجود ہے جو ان سانپوں پر اپنا حکم چلا رہا ہے۔"

"کیا مطلب؟" جاگیردار نے تعجب سے پوچھا۔

بوڑھا سپیرا بولا۔

"مہاراج! کسی نے یہاں سانپوں کو اپنے قابو میں کر لیا ہے۔"

"یہ جرأت یہاں کس کو ہو سکتی ہے؟"

بوڑھے سپیرے نے کہا۔

"میں ابھی آپ کو معلوم کر کے بتاتا ہوں۔"

اور سپیرا لوگوں کے قریب گیا اور اس نے ایک ایک کر کے سب کو دیکھنا شروع کر دیا۔ گویا کسی خاص آدمی کی شناخت کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہا ہو۔ لوگ بڑے حیران تھے کہ یہ کیا ڈرامہ ہو رہا ہے۔ کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ ناگ اپنی جگہ پر خاموش کھڑا تھا۔ وہ وہاں سے غائب ہو سکتا تھا۔ چڑیا بن کر اڑ سکتا تھا۔ مگر اس نے ایسا نہ کیا اور جان بوجھ کر وہاں کھڑا رہا۔ چلتے چلتے جب سپیرا ناگ کے سامنے آیا تو اس کے ہاتھ سے بین نیچے گر پڑی۔ وہ کانپنے لگا اور ہاتھ باندھ کر اس نے سر جھکا دیا۔ اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ بولا گیا۔

سب لوگ ناگ کی طرف تکنے لگے۔ جاگیردار نے پکار کر کہا۔

"کون ہے یہ جس نے ہمارے کھیل کو بگاڑنے کی جرأت کی؟ اسے سامنے لایا جائے۔"

بوڑھا سپیرا ہاتھ باندھے اسی طرح پیچھے ہٹتا گیا۔ پھر وہ جاگیردار کی طرف منہ کر کے کہنے لگا۔

"مہاراج! اگر آپ کو اپنی جان عزیز ہے تو اس شخص کے ساتھ گستاخی سے پیش نہ آئیں۔"

جاگیردار تھوڑا آگے آ کر بولا۔

"یہ حرامی کون ہے۔ اسے سامنے لاؤ۔"

وہ اپنی یہ بے عزتی ناگ کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ وہ جاگیردار کے سامنے میدان میں آ گیا۔ اس نے جاگیردار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم نے اپنی موت کو خود آواز دی ہے۔"

اس کے ساتھ ہی ناگ نے پلٹ کر سانپوں کے سردار سب سے زہریلے سانپ کی طرف دیکھا اور خاموش زبان میں کہا۔

"اس شخص نے تمہارے دیوتا کو گالی دی ہے۔"

اتنا سننا تھا کہ زہریلے سانپ کے منہ سے آگ کے شرارے نکلنے لگے۔ وہ اپنی جگہ سے پانچ فٹ اوپر اچھلا اور لپک کر جاگیردار کی گردن کے ساتھ چمٹ گیا۔ جاگیردار کے نوکر اسے بچانے کے لئے آگے بڑھے تو باقی پانچوں سانپ اچھل کر ان کی گردنوں سے لپٹ گئے۔ لوگ چیختے چلاتے وہاں سے بھاگ گئے اور دور دور کھڑے ہو کر یہ تماشہ دیکھنے لگے۔ موت کا خونیں تماشہ! سردار سانپ نے جاگیردار کی گردن کو زور سے دبایا تو اس کا منہ کھل گیا۔ جونہی سردار کا منہ کھلا سانپ نے اپنا منہ اس کے منہ کے اندر ڈالا اور اس کے حلق میں ڈس لیا۔

ایک بھیانک غرغراہٹ کی آواز جاگیردار کے منہ سے نکلی اور وہ دونوں ہاتھوں سے اپنی گردن پکڑے دھم سے اپنی بھاری بھرکم توند سمیت زمین پر گر پڑا۔ سانپ ابھی تک اس کی گردن سے لپٹا ہوا تھا اور منہ باہر نکال کر اس کی کھلی آنکھوں کو نوچ رہا تھا۔ جاگیردار کا یہ حشر دیکھ کر باقی پانچ نوکروں پر بھی لرزہ طاری ہو گیا۔ سانپ پھانسی کا پھندا بن کر اُن کی گردنوں

میں پڑے ہوئے تھے۔ تینوں سپیرے ناگ کے آگے سجدے میں گر گئے۔ ناگ نے پانچوں سانپوں کو حکم دیا کہ نوکر غریب ہیں۔ انہیں چھوڑ دیا جائے۔ پانچوں سانپ نوکروں کی گردنوں سے اتر کر ناگ کے آگے آکر ادب سے بیٹھ گئے۔ سردار سانپ بھی جاگیردار کی گردن سے اتر کر ناگ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ ناگ کے حکم پر کوشلیا اور اس کے باپ کو چھوڑ دیا گیا۔ دونوں ناگ کے قدموں میں گر گئے۔ ناگ نے کوشلیا کو پیار کیا اور کہا۔

"میری بچی! یہ موتی تمہیں ساری زندگی کے لئے کافی ہوں گے۔"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آدھی رات کا سانپ

بچی اپنے باپ کے ساتھ چلی گئی۔

بوڑھے سپیرے نے ناگ کے آگے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"بیٹا! میری خوش قسمتی ہے کہ تمہارے درشن ہوئے ناگ انسان تو ہزاروں سالوں میں بھی کہیں دکھائی نہیں دیتا۔"

دوسرے سپیرے بھی ناگ کی خدمت میں بڑے ادب سے کھڑے تھے۔

ناگ نے کہا۔

"بابا! اگر اس بچی کی زندگی اور موت کا معاملہ نہ ہوتا تو میں اپنا آپ کبھی ظاہر نہ کرتا۔ لیکن مجھے اس بچی کی زندگی بچانے کے لئے ایسا کرنا پڑا۔"

بوڑھے سپیرے نے کہا۔

"بیٹا! تم ناگ دیوتا ہو۔ ہم سپیرے لوگ ہیں ساری زندگی سانپ پکڑتے گذر گئی مگر آج تک سانپ کا اصلی منکا ہاتھ نہ آیا۔ کیا تم ہم پر اتنی مہربانی کر سکتے ہو کہ ہمیں یہ بتا دو کہ سانپ کا اصلی منکا کہاں ملے گا؟"

ناگ مسکرایا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے ایک سانپ کو اشارہ کیا سانپ پٹاری میں سے نکل کر ناگ کے سامنے آ گیا۔ ناگ نے اس سے منکے کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں سے ملے گا۔ سانپ نے بتایا کہ منکا اس وقت دریا کے کنارے ایک سرخ چٹان کے نیچے موجود ہے اتنا کہہ کر ناگ وہاں سے واپس شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

ناگ جس کام کی تلاش میں نکلا تھا وہ ابھی تک نہیں ہوا تھا۔ یعنی اس کے پاس پیسے بالکل نہیں تھے کہ جن سے وہ اپنے کپڑے وغیرہ خرید سکتا اور سپین کے لئے کچھ رقم بچا کر رکھتا۔ جاگیردار کے گھر سے چاندی کے روپے لینا اس نے پسند نہ کیا۔ وہ کسی بادشاہ کے چھپے ہوئے خزانے سے اپنے خرچ کی رقم حاصل کرنا چاہتا تھا۔ دریا اس نے کشتی میں بیٹھ کر پار کیا۔ کلکتہ شہر بڑا گنجان آباد شہر تھا۔ مگر آج کے شہر سے بڑا مختلف تھا۔ نہ کاریں تھیں۔ نہ بسیں اور نہ ٹرام کاریں اور ریل گاڑیاں تھیں۔ نہ اونچی اونچی عمارتیں تھیں۔ شام ہونے والی تھی۔ اسے رات سرائے میں بسر کرنی تھی اور اس کے پاس سرائے میں ٹھہرنے کے لئے بھی کرایہ نہ تھا۔

وہ شہر کی ایک قدیم بستی میں سے گذر رہا تھا۔ یہاں ایک باغ تھا کیلوں کا۔ ایک بارہ دری بنی ہوئی تھی۔ جو ویران ہو چکی تھی۔ ایک امیر آدمی ہاتھی پر سوار ناگ کے قریب سے گذرا تو ناگ نے دیکھا کہ اس آدمی کا رنگ زرد تھا اور نوکر اسے پنکھا کر رہے تھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دس بارہ نوکر ہاتھی کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ اس نے ایک نوکر سے پوچھا۔

"کیوں بھائی! یہ کون امیر ہے اور اسے کیا تکلیف ہے کیا یہ بیمار ہے؟"

نوکر نے کہا۔

"ہاں بھائی! یہ اس بستی کا مالک ہے۔ مگر ایک عرصے سے اس کا اکلوتا بیٹا ایک ایسے مرض میں مبتلا ہے کہ جس کا کوئی علاج نہیں اپنے بیٹے کے غم میں یہ بھی موت کے کنارے پہنچ گیا ہے اور اب ایک حکیم صاحب سے دوائی لے کر واپس آیا ہے۔"

ناگ نوکر کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ اس نے نوکر سے پوچھا کہ اس امیر کے اکلوتے بیٹے کو کونسا مرض لاحق ہے۔ نوکر نے کہا۔

"تم جان کر کیا کرلوگے۔ اگر جاننا چاہتے ہو تو سنو اس کے بچے کو ہر روز رات کو ایک سانپ آکر ڈس جاتا ہے۔ جس کے زہر سے اس پر نشہ چھا جاتا ہے۔ اس زہر سے وہ روز بروز کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ اور ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ گیا ہے۔ بچے کو جہاں کہیں بھی لے گئے وہاں سانپ آن موجود ہوتا ہے اس سے بچا نہیں چھٹتا۔ اُسے مارنے کی کوشش کی جائے

تو وہ غائب ہو جاتا ہے۔

ناگ مسکرایا۔ نوکر غصّے سے بولا۔

"تم ہمارے مالک کے بیٹے کی بیماری پر ہنس رہے ہو؟" ناگ نے کہا۔

"میں تمہارے مالک کے بیٹے کا علاج کروں گا۔"

نوکروں نے ناگ کے پھٹے پرانے حُلیے کو دیکھ کر اُسے ایک طرف دھتکار دیا۔

"چلو جاؤ اپنا راستہ لو۔"

ناگ کے لئے کچھ رقم کمانے کا یہ بڑا جائز موقع تھا۔ اس نے بلند آواز سے ہاتھی کے اوپر بیٹھے ہوئے امیر سے کہا۔

"اے امیر! میری بات سنو! میں تمہارے بچے کا علاج کر سکتا ہوں۔"

ڈوبتے کو تنکے کا بھی بڑا سہارا ہوتا ہے۔ امیر نے اپنا اداس اور زرد چہرہ اٹھا کر نیچے دیکھا۔ اسے ایک دبلا پتلا غریب سا نوجوان دکھائی دیا۔ ناگ نے ایک بار پھر کہا۔

"ہاں! میں تمہارے بچے کو اللہ کے حکم سے ٹھیک کر دونگا مجھے اپنے گھر لے چلو۔"

امیر نے اسی وقت حکم دیا۔

"اس نوجوان کو محل میں لے چلو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

امیر کا محل شہر کے دریا والے کنارے پر تھا۔ اور بڑا شاندار تھا۔ مگر وہاں اداسی چھائی ہوئی تھی۔ کنیزیں اور نوکر چاکر سر جھکائے اِدھر اُدھر گھوم پھر رہے تھے۔ امیر کو ہاتھی پر سے اتارا گیا۔ اُس نے ناگ کی طرف دیکھا۔ ناگ نے بھی دیکھا کہ وہ واقعی بیٹے کی بیماری کی وجہ سے اس کی حالت بڑی خراب ہو رہی تھی۔ چہرہ زرد تھا اور آنکھیں رو رو کر سُوجی ہوئی تھیں۔

"بیٹا! تم خود ابھی ناتجربہ کار نوجوان ہو۔ میرے بیٹے کا علاج تو بڑے بڑے تجربہ کار حکیم بھی نہیں کر سکے۔ تم کیسے اسے ٹھیک کر لوگے؟"

ناگ بولا۔

"آپ مجھے اس کے پاس لے چلیں۔"

امیر ناگ کو لے کر اپنے بیٹے کے کمرے میں آ گیا۔ ناگ نے دیکھا کہ شاندار طریقے سے سجے سجائے کمرے میں چاندی کے پلنگ پر ایک لاغر سا لڑکا لیٹا تھا۔ اس کی ہڈیاں نکل آئی تھیں۔ باپ نے آنکھوں میں آنسو بھر کر اپنے بیٹے کے ماتھے کو چوما اور ناگ سے کہا۔

"یہ میرا اکلوتا بچہ ہے۔ خدا کے لئے اس کی جان بچا سکتے ہو تو بچا لو۔ میں تمہیں اپنی ساری دولت دے دوں گا۔"

ناگ نے کہا۔

"کیا سپیرے بھی اس سانپ کو نہیں پکڑ سکے جو اسے ہر

روز رات کو آ کر ڈس جاتا ہے؟"

امیر نے آہ بھر کر کہا۔

"نہیں بیٹا! کوئی سپیرا اس موذی سانپ کو نہیں پکڑ سکا۔ سپیرے آتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں یہ ناگ دیوتا ہے۔ اگر ہم نے اسے کچھ کہنے کی کوشش کی تو وہ ہمارے بچوں کو ہلاک کر دے گا۔ ہندو جوگی کہتے ہیں کہ اس بچے کی قربانی دینی ضروری ہے۔ میں مسلمان ہوں۔ میں ایسی باتوں پر یقین نہیں رکھتا۔ میں تو بس خدا سے دن رات یہی دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ! میرے بچے کو شفا عطا کر دے۔"

یہ کہہ کر امیر رونے لگا۔ ناگ نے اُسے حوصلہ دیا اور کہا۔

"خدا کی رحمت سے مایوس ہونا گناہ ہے۔ خدا اگر چاہے تو آپ کا بچہ ایک دن میں اچھا ہو سکتا ہے۔"

امیر کا بیٹا ناگ کو دیکھ کر ابھی تک خاموش تھا۔ پھر اس نے کمزور آواز میں کہا۔

"بھائی جان! کیا میں اچھا ہو جاؤں گا؟"

"ضرور ضرور۔ خدا نے چاہا تو تم کل سے ہی صحت مند ہونا شروع ہو جاؤ گے۔"

ناگ نے لڑکے کے جسم پر وہ جگہ دیکھی جہاں ہر روز رات کو آ کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سانپ ڈسا کرتا تھا۔ یہ جگہ پنڈلی پر تھی اور وہاں نیلا زخم ہوگیا تھا ناگ نے زخم کو ہاتھ لگایا تو وہ سخت تھا۔ لڑکے نے درد کی وجہ سے ٹانگ کھینچ لی۔ ناگ نے پوچھا۔

"جب سانپ یہاں آکر ڈستا ہے تو درد نہیں ہوتا"۔

"نہیں۔ مجھے اس وقت نیند آجاتی ہے"۔

ناگ نے لڑکے کے باپ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"آج رات میں لڑکے کے کمرے میں رہوں گا۔ آپ لوگ بھی اسی جگہ چھپ کر بیٹھیں اور پھر خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھیں"۔

امیر کو کچھ یقین آرہا تھا کچھ نہیں آرہا تھا۔ بھلا جس مرض کا علاج ملک کے بڑے بڑے حکیم اور بوڑھے سپیرے نہیں کر سکے۔ اسے یہ دبلا پتلا خستہ حال لڑکا کیسے ٹھیک کر سکے گا۔ یہی خیال امیر کے ذہن میں بار بار آرہا تھا۔ لیکن وہ اس لئے راضی ہوگیا کہ چلو یہ علاج بھی کر کے دیکھ لیتے ہیں۔ مگر وہ سانپ کا سامنا کرتے ہوئے گھبرا رہا تھا۔

"کیا۔ کیا وہ سانپ ہمیں تو کچھ نہیں کہے گا؟"

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"نہیں۔ بس آپ خود دیکھ لیں گے کہ آج رات اس سانپ پر کیا گذرتی ہے"۔

سارے محل میں یہ بات پھیل گئی کہ ایک فقیر قسم کا لڑکا امیر کے بیٹے کا علاج کرنے والا ہے۔ کسی نے کہا۔ بھلا یہ بھکاری کیا علاج کرے گا۔ کسی نے کہا یہ محض امیر کی دولت بٹورنا چاہتا ہے کسی نے کہا۔ امیر کو خود سانپ کے قریب نہیں جانا چاہئے۔ کیا خبر وہ بیٹے کے ساتھ باپ کو بھی ڈسنا شروع کر دے۔

"ہاں بھائی! سانپ کا انتقام تو مشہور ہے"۔

غرض محل میں جتنے منہ اتنی باتیں ہو رہی تھیں۔ ناگ خاموش تھا اور ایک نوکر کی مدد سے وہ راستہ دیکھ رہا تھا۔ جدھر سے ان کا خیال ہے کہ سانپ آدھی رات کو آتا تھا۔ سانپ دریا کی طرف سے آتا اور محل کی دیوار چڑھ کر بارہ دری سے ہوتا امیر کے بچے کے کمرے میں داخل ہوتا تھا۔ جس کسی نے سانپ پر حملہ کیا وہ خود بے ہوش ہو کر گر پڑا اور سانپ غائب ہوگیا۔ ایک نوکر نے کچھ زیادہ وفاداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے سانپ پر تلوار چلا دی۔ سانپ کو تو کچھ نہ ہوا۔ وہ غائب ہوگیا۔ لیکن اگلے روز اس نوکر کا باپ مرگیا۔ اس کے بعد تو سب ڈر گئے اور کسی کی جرات نہ ہوئی کہ سانپ کے راستے میں آئے۔ سانپ آدھی رات کو دندناتا ہوا آتا اور لڑکے کی پنڈلی پر ڈس کر جھومتا جھامتا واپس چلا جاتا۔

رات ہوئی تو ناگ نے کمرے کی گیلری میں باریک پردہ ڈال

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر پیچھے لڑکے کے باپ اور دو نوکروں کو بٹھا دیا تاکہ گواہی رہے کہ ناگ نے کیا کارنامہ انجام دیا تھا۔ ناگ خود ایک پردے کے پیچھے بیٹھ گیا اور سانپ کا انتظار شروع ہو گیا۔ جب رات کے ٹھیک بارہ بجے تو دریا کی طرف گہری خاموشی میں ایک لمبی سیٹی کی آواز سنائی دی۔ اس آواز کو سُن کر پلنگ پر لیٹے ہوئے بچے کی طبیعت بے چین ہونے لگی۔ وہ یوں پہلو بدلنے لگا جیسے کسی شے کو ملنے کے لئے بے چین ہو رہا ہو۔

سانپ دریا کی طرف سے محل کی دیوار عبور کر کے محل میں داخل ہو چکا تھا۔ اب اس کی سیٹی کی باریک آواز قریب سے آنے لگی تھی۔ گیلری میں باریک پردے کے پیچھے بیٹھے ہوئے امیر کا دل زور سے دھڑکنے لگا۔ اُسے ایک ہی ڈر تھا کہ کہیں سانپ غصّے میں آکر اس کے بچے کو ہلاک ہی نہ کر دے۔ کیونکہ سانپ ہر رات بچے کے جسم میں آکر بہت تھوڑا زہر ڈالتا تھا۔ بچے کے پلنگ کے سرہانے شمع جل رہی تھی۔ اس کی روشنی میں بچے کا باپ باریک پردے میں سے سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ ناگ بھی پردے کے پیچھے تھا اور ذرا سا پردہ ہٹا کر کمرے میں ہر شے پر نظر دوڑا رہا تھا۔

سیٹی کی آواز اب بڑی ہی قریب آ گئی۔

ناگ نے دیکھا کہ کمرے کے کھلے دروازے کی دہلیز پر سے

ایک سانپ رینگ کر اندر داخل ہو رہا ہے۔ اس سانپ کا رنگ زرد تھا۔ سر اس کا سرخ اور سیاہ دھاریوں والا تھا اور پھن پھیلا ہوا تھا۔ وہ دو شاخ زبان بار بار باہر نکال رہا تھا۔

ناگ مسکرایا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ سانپ کو اس کے وجود کی خبر ہو چکی ہے۔ سانپ کمرے میں آکر بچے کے پلنگ کی طرف بڑھا۔ تو اچانک وہیں رک گیا اور پھن گھما کر اس پردے کو دیکھا جس کے پیچھے ناگ چھپا ہوا تھا۔ گیلری میں بیٹھے امیر نے جب یہ صورت دیکھی تو اس کا دل بیٹھ گیا۔ کیونکہ اس کے خیال میں سانپ غصّے میں آچکا تھا۔ اور اب وہ نہ صرف ناگ کو بلکہ اس کے بچے کو بھی ہلاک کرنے والا تھا۔ لیکن وہاں کچھ اور ہی معاملہ ہو گیا۔

زرد سانپ کا پھن کانپنے لگا۔ وہ پلنگ سے ہٹ کر رینگتا ہوا ناگ والے پردے کے سامنے آکر پھن سکڑ کر بڑے ڈر خوف کے ساتھ بیٹھ گیا۔ جیسے اُسے اپنے جان کا خطرہ پڑ گیا ہو۔ گیلری میں بیٹھا امیر اور اس کے نوکر اس منظر کو بڑے تعجب اور دلچسپی سے دیکھ رہے تھے۔ اب اچانک پردہ ہٹا اور ناگ باہر آ گیا۔

پلنگ پر لیٹا ہوا امیر کا بچہ بھی خاموش ہو گیا تھا اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے سانپ اور کبھی ناگ کو تک رہا تھا۔ ناگ نے سانپ کی طرف ہاتھ بڑھا کر کہا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کون ہو تم ؟"

زرد سانپ نے اپنی زبان میں کہا۔

"عظیم ناگ ! میں ملک چین کا زرد سانپ ہوں اور مجھے انسانی خون کی چاٹ پڑ گئی ہے۔ جب تک روز رات کو کسی نوجوان لڑکے کے خون کے دو گھونٹ نہ پی لوں چین نہیں پڑتا۔"

ناگ نے کہا۔

"اور وہ نوجوان لڑکا چاہے مر جائے۔"

زرد سانپ بولا۔

"عظیم ناگ ! مجھ سے غلطی ہو گئی۔ مجھے کیا خبر تھی کہ یہ نوجوان آپ کا اپنا آدمی ہے۔ اگر مجھے علم ہوتا تو کبھی ادھر کا رخ نہ کرتا۔ مجھے معاف کر دو عظیم ناگ !"

ناگ نے سانپ کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

"تم لوگ انسانوں کو ناحق تنگ کرتے ہو۔ فوراً جا کر ابھی اس بچے کا وہ سارا زہر چوس لو جو تم نے اس کے بدن میں داخل کیا ہے۔"

"جو حکم میرے آقا۔"

گیلری میں بیٹھے امیر اور نوکروں کو سانپ کی آواز سنائی نہیں دے سکتی تھی۔ وہ صرف ناگ کی آواز سن رہے تھے۔ پہلے تو وہ سمجھے

کہ شاید ناگ شعبدہ بازی سے کام لے رہا ہے۔ لیکن جب سانپ پھن اٹھا کر پلنگ کی طرف چلا تو وہ اپنی جگہ پر دم بخود ہو کر بیٹھ گئے۔ پلنگ پر لیٹا ہوا لڑکا بھی حیران آنکھوں سے سانپ کو تکنے لگا۔ کیونکہ پہلے تو سانپ گردن اکڑا، پھن پھیلائے بڑے غرور اور شان سے اس کی طرف آیا کرتا تھا۔ لیکن اب وہ بڑے ادب سے اور عاجزی سے آگے بڑھ رہا تھا۔

سانپ نے پلنگ کے پاس جا کر اپنا منہ لڑکے کی پنڈلی کے نیلے زخم پر رکھ دیا۔ لڑکے کے منہ سے ایک ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ ادھر وہ بے ہوش ہو گیا۔ اپنے بیٹے کی چیخ سن کر گیلری میں بیٹھے اس کے باپ نے بھی چیخ مار کر کہا۔

"خدا کے لئے میرے بچے کو اس موذی سے بچا لو۔"

سانپ نے پلٹ کر گیلری کی طرف دیکھا۔ اس کا پھن غصّے سے کانپنے لگا۔ ناگ نے اسے ڈانٹ کر کہا۔

"ادھر مت دیکھو۔ اپنا کام ختم کرو نہیں تو ابھی جلا کر راکھ کر دوں گا۔"

زرد سانپ نے ناگ کی طرف اپنا پھن جھکایا جیسے کہہ رہا ہو "جو حکم میرے آقا" اور دوبارہ لڑکے کی پنڈلی پر منہ رکھ دیا۔ پانچ منٹ تک وہ لڑکے کے جسم میں سے زہر چوستا رہا۔ جب سارا زہر جسم میں سے نکل کر سانپ کی تھیلی میں واپس چلا گیا تو سانپ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے اپنا منہ اٹھالیا اور واپس ناگ کے قدموں میں آکر بیٹھ گیا اور بولا

"آپ کے حکم کی تعمیل کرلی گئی میرے آقا!"

ناگ نے زرد سانپ کو اٹھا لیا اور اس کا پھن اپنی آنکھوں کے آگے لاکر کہا۔

"اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟"

زرد سانپ نے گڑگڑا کر کہا۔

"مجھے معاف کردو میرے عظیم دیوتا! میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی کسی انسان کو تنگ نہیں کروں گا۔"

ناگ نے غصّے سے کہا۔

"نہیں تم پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا۔ تمہیں انسانی خون کی چاٹ پڑ گئی ہے۔ میرے بعد تم پھر انسانوں کا خون چوسنا شروع کردو گے۔ انسانیت کی بھلائی اسی میں ہے کہ تمہیں ختم کر دیا جائے۔"

یہ سُن کر زرد سانپ کا تو سارا جسم کانپنے لرزنے لگا۔ اس نے کہا۔

"عظیم ناگ! مجھے معاف کردو۔"

ناگ نے اس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ منہ ہی منہ میں کچھ پڑھ کر سانپ کو ہوا میں اُچھال کر اُس پر زور سے پھونک ماری۔ زرد سانپ کو ہوا میں ہی آگ لگ گئی اور آگ کا گولا بن کر نیچے فرش پر گرا اور تڑپنے لگا۔ ناگ نے اس پر دوسری بار پھونک ماری تو

اُسے اور آگ لگ گئی۔ اس کے بعد وہ جل کر راکھ ہو گیا اور زمین پر زرد سانپ کی صرف راکھ پڑی رہ گئی۔

گیلری سے اتر کر بچے کے باپ نے ناگ کو سینے سے لگا لیا۔ اسی وقت محل میں روشنیاں کر دی گئیں۔ بچے کو ہوش آچکا تھا۔ اُس نے مسکرا کر اپنے باپ کی طرف دیکھا اور کہا۔

"ابا جان! اب میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

باپ نے بیٹے کو اپنے سینے سے لگا لیا اور اس کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو گرنے لگے۔ ناگ نے کہا

"اب اسے آرام کرنے دیں۔ صبح میں خود اسے دودھ پلاؤں گا۔"

ساری رات محل میں چراغاں رہا۔ دوسرے روز ناگ نے چاندی کے پیالے میں بکری کا دودھ ڈالا۔ اس پر کچھ پڑھ کر پھونک ماری اور بچے کو پلا دیا۔ تین دن تک وہ اسے خود دودھ پلاتا رہا۔ چوتھے روز لڑکا پلنگ سے اتر آیا۔ وہ بڑی تیزی سے صحت مند ہو گیا تھا۔ اس کا باپ ناگ کے آگے بچھا جا رہا تھا۔ محل میں ہر کوئی ناگ کی عزت کرنے لگا تھا۔

امیر نے ناگ سے کہا۔

"تم میرے پاس رہ جاؤ تو میری خوش قسمتی ہو گی۔ میں تمہیں اپنا دوسرا بیٹا بنا کر رکھوں گا میری آدھی جائیداد

کے تم وارث ہو گئے۔"

ناگ نے کہا۔

"نہیں میرے محترم! میں آپ کے پاس نہیں رہ سکتا مجھے ابھی بہت دور جانا ہے۔ میرا سفر بڑا لمبا ہے اتنا لمبا کہ آپ اس کا تصوّر بھی نہیں کر سکتے۔"

امیر بولا۔

"تو پھر تم جتنی دولت چاہے لے جا سکتے ہو۔"

امیر نے ناگ کے سامنے دولت کے ڈھیر لگا دیئے اور ان صندوقوں کے پاس لے گیا جو زر و جواہرات سے بھرے ہوئے تھے۔ ناگ نے ہنس کر کہا۔

"میرے محترم! مجھے دولت کا لالچ نہیں ہے۔ ہاں مجھے صرف ایک ہزار چاندی کے سکّے چاہیں۔ اس سے زیادہ اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔"

امیر بہت مایوس ہوا۔ وہ ناگ کو دولت سے مالا مال کر دینا چاہتا تھا۔ لیکن آپ تو جانتے ہیں کہ ناگ کو خزانوں کی کمی نہیں تھی۔ امیر نے چاندی کے سکّوں کی تھیلی بھر کر ناگ کو پیش کر دی۔ ناگ نے امیر کے اصطبل سے ایک گھوڑا لیا اور شہر کی طرف چل پڑا۔

شہر میں آ کر اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ایک دکان سے جا کر نئے کپڑے خرید کر پہنے۔ کچھ روپیہ غریبوں اور مسکینوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں تقسیم کر دیا۔ اس کے پاس صرف اتنی رقم بچ گئی جو اس کے سپین تک کے کرائے اور کچھ ضروری اخراجات کے لئے کافی تھی۔ وہاں سے وہ گھوڑے پر سوار سیدھا بندرگاہ پر پہنچا۔ معلوم ہوا کہ سپین جانے والا جہاز دوسرے روز صبح صبح روانہ ہو رہا ہے۔ ناگ جہاز کے کپتان سے ملا اور اس کو سپین تک کا کرایہ ادا کر کے واپس سرائے میں آ گیا۔ یہاں اس نے گھوڑا ایک ضرورت مند کو دے دیا اور سو گیا۔

سونا کیا تھا بس رات بھر عنبر اور ماریا کے بارے میں سوچتا رہا کہ سپین میں وہ انہیں کہاں کہاں تلاش کرے گا؟ خدا کرے کہ وہ اُسے مل جائیں تاکہ ایک ساتھ واپسی کا پانچ ہزار سالہ سفر ختم ہو۔ ناگ خود بھی یہی چاہتا تھا کہ یہ لمبی زندگی اب ختم ہو اور وہ پھر سے سانپ بن کر سمندر کے نیچے اپنی پانچ ہزار سالہ پرانی سلطنت میں واپس چلا جائے۔

ابھی دن نہیں نکلا تھا کہ ناگ سرائے کو چھوڑ بندرگاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ بندرگاہ پر سپین جانے والے جہاز پر سامان لادا جا رہا تھا۔ مسافر سوار ہو رہے تھے۔ یہ ایک لکڑی کا کافی بڑا مگر آج کے زمانے کے مقابلے میں چھوٹا جہاز تھا جس کے مستولوں کے ساتھ بادبان لپٹے ہوئے تھے۔ یہ جہاز بادبانی تھا اور ہوا کے زور سے چلتا تھا۔ آج سے ڈیڑھ دو سو سال پہلے ایسے ہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جہاز سمندروں میں چلا کرتے تھے۔ ان جہازوں میں مسافروں کے لئے کیبن نہیں ہوتے تھے کیبن میں صرف جہاز کا کپتان رہتا تھا مسافر اوپر کے عرشے یا نیچے کے عرشے پر سفر کرتے تھے۔ اوپر کے عرشے کا کرایہ زیادہ تھا۔ ناگ نے اوپر کے عرشے کا کرایہ ادا کیا تھا۔ وہ بھی دوسرے مسافروں کے ساتھ جہاز کے اوپر آ گیا۔ اس کے پاس کوئی سامان نہیں تھا۔ مسافروں کی تعداد زیادہ نہیں تھی۔ اوپر کے عرشے پر یہی کوئی پچاس ایک مسافر تھے۔ کپتان بھاری بھرکم چوڑے شانوں والا ہسپانوی تھا اور اپنی نگرانی میں سامان لدوا رہا تھا۔ اس کے بعد جہاز کے بادبان کھول دیئے گئے لنگر اٹھا دیا گیا اور جہاز ہوا کے زور پر سمندر کی طرف چل پڑا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

طوفانی سمندر کا بھوت

چوتھے روز جہاز پر ایک افواہ پھیل گئی۔ ہر کوئی اسی افواہ کے بارے میں چہ میگوئیاں کر رہا تھا۔ اور خوف زدہ تھا۔ افواہ یہ تھی کہ جہاز جس سمندر کی طرف جا رہا ہے۔ اس کے اندر ایک خوفناک بلا رہتی ہے جس کی گردن اتنی اونچی اور موٹی ہے کہ وہ سالم جہاز کو کھلونے کی طرح اٹھا کر پھینک سکتی ہے۔ مسافر پریشان ہو رہے تھے۔ یہ افواہ کپتان تک پہنچی تو اس نے سب مسافروں کو جمع کر کے کہا کہ جس کسی نے یہ افواہ پھیلائی ہے وہ جھوٹا اور سازشی ہے۔

"میں کئی بار ان سمندروں میں جہاز لے کر گذرا ہوں۔ مجھے آج تک کسی بلا کا سامنا نہیں ہوا خوامخواہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ لوگ اطمینان سے رہیں اگر خدانخواستہ راستے میں خطرے کی کوئی بات ہوئی تو میرے جہاز پر دو توپیں لگی ہوئی ہیں۔ میں گولہ باری کر کے دشمن کو تہس نہس کر دوں گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کپتان کی باتوں سے مسافروں کو وقتی طور پر تو بڑا حوصلہ ہو گیا۔ لیکن دل کے اندر ہر کوئی ڈر رہا تھا۔ جوں جوں جہاز آگے بڑھ رہا تھا مسافروں کی پریشانی بڑھ رہی تھی۔ وہ آنکھوں کے اوپر ہاتھوں کا چھجہ بنا کر دور سمندر میں دیکھتے کہ کہیں کسی جگہ سے کوئی بلا تو نمودار نہیں ہو رہی۔ موسم بڑا خوش گوار تھا۔ خوب دھوپ نکلی تھی۔ ہوا بڑی موافق تھی اور جہاز بڑی مناسب رفتار کے ساتھ اپنی منزل کی طرف جا رہا تھا۔

یہ افواہ ناگ نے بھی سن رکھی تھی۔ وہ سوچنے لگا کہ سمندری بلا کا خیال لوگوں کو کیوں آیا ہے افواہ میں تھوڑی بہت سچائی کبھی کبھی ضرور ہوتی ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ آگے جو سمندر آ رہا ہے اس کے اندر واقعی کوئی قدیم زمانے کی بھیانک بلا رہتی ہو ہے اسے اچھی طرح معلوم تھا کہ دو ہزار سال پہلے بھی افریقہ کے سمندر میں ایک بلا اچانک نمودار ہوئی تھی جس کا سر بہت بڑا تھا اور گردن اتنی لمبی تھی کہ آسمان کو چھوتی تھی۔ اس زمانے میں بھی بلا نے کئی جہازوں کو ٹکریں مار کر غرق کر دیا تھا اور ہزاروں مسافر سمندر میں ڈوب کر ہلاک ہو گئے تھے کہیں ایسا تو نہیں کہ وہی بلا پھر نمودار ہو گئی ہو۔

ناگ کا ذہن اس بارے میں کسی فیصلے پر نہ پہنچ سکا۔ سمندر میں بادبانی جہاز کا سفر جاری رہا۔ پندرہ دن سمندر میں گذر گئے

ابھی سات روز کا سفر باقی تھا۔ مسافر تھک گئے تھے۔ لیکن مجبور تھے۔ وہ جہاز سے اتر کر اور کہیں نہیں جا سکتے تھے۔ سمندر میں سفر کرتے جہاز کو جب اٹھارہ روز بیت گئے تو ایک دن صبح صبح مسافر عرشے کے جنگلے کے ساتھ لگ کر کھڑے خوف زدہ اشاروں سے ایک دوسرے کو دُور سمندر میں کچھ دکھا رہے تھے۔

ناگ نے بھی دیکھا۔ دور سمندر میں کوئی سیاہ رنگ کی چٹان سی اُبھر رہی تھی اور پھر نیچے جا رہی تھی۔ مسافروں میں خوف پھیل گیا۔ ہر کسی کی زبان پر ایک ہی جملہ تھا کہ سمندری بلا آ گئی کپتان پریشان ہو گیا۔ اس نے بھی دُوربین لگا کر دیکھا۔ یہ کوئی سیاہ پتھریلی شے تھی جو کبھی سمندر میں جاتی اور کبھی باہر کو نکل آتی تھی۔ یہ سوچ کر وہ بھی فکرمند ہوا کہ کہیں سچ مچ یہ کوئی بلا ہی نہ ہو۔ لیکن اس نے مسافروں کو یہ کہہ کر تسلی دی کہ ایسی کوئی بات نہیں۔

"یہ مونگوں کی چٹانیں ہوتی ہیں جو ایسے ہی سمندروں میں ڈوبتی اُبھرتی رہتی ہیں"

لیکن اسی روز دوپہر کے بعد یہ راز بھی کھل گیا۔

مسافر دوپہر کا کھانا کھا کر آرام کر رہے تھے کہ ایک ایسی آواز سنائی دی جیسے کسی آتش فشاں پہاڑ میں سے بڑے زور کے ساتھ آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہوں۔ مسافر ہڑبڑا کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُٹھ بیٹھے۔ اب جو ان کی نگاہ سمندر پر گئی تو چیخیں نکل گئیں۔ کئی تو خوف کے مارے بے ہوش ہو گئے۔ ناگ نے دیکھا کہ جہاز سے کوئی ایک فرلانگ کے فاصلے پر سمندر میں سے ایک لمبی گردن اور بہت بڑے بھیانک سر والی بُلا باہر نکل کر اپنی موٹی گردن لہرا رہی تھی۔ اس کے سر پر دو سینگ تھے اور چوڑے نتھنوں سے گرج دار آواز کے ساتھ بھاپ خارج ہو رہی تھی۔ ناگ بھی اس خوفناک سمندری بلا کو دیکھ کر کپکپا گیا۔ کیونکہ اس کے سامنے مسافروں کا حسرت ناک انجام آ گیا۔

کپتان نے فوراً توپچیوں کو حکم دیا کہ بُلا پر گولہ باری کی جائے پرانی طرز کی توپوں میں گولے بھرے گئے۔ توپ کے گولے بڑی مشکل سے بُلا کے پاس پہنچ سکے۔ کپتان نے جہاز کا رُخ موڑ کر اس کی رفتار تیز کر دی۔ مگر کوئی فرق نہ پڑا۔ جہاز کا اور کئی مسافروں کا آخری وقت آن پہنچا تھا۔ موت اپنا کام کرنے کے لئے آستیں چڑھا کر تیاری کر رہی تھی۔ بُلا نے ڈبکی لگائی اور دوبارہ سمندر سے سر باہر نکالا تو وہ جہاز کے سر پر تھی۔

مسافر چیخیں مارتے نیچے کی طرف بھاگے۔ کئی ایک سیڑھیوں میں الجھ کر گر پڑے اور دوسرے مسافر انہیں روندتے ہوئے گذر گئے۔ کپتان نے توپ کا رخ بلا کی گردن کی طرف کر کے خود دو گولے پھینکے۔ یہ گولے گیند کی طرح بُلا کی گردن کو

لگ کر سمندر میں گر پڑے۔ بُلا نے ایک ہیبت ناک کانوں کو پھاڑ دینے والی چیخ ماری اور جہاز کے نیچے گردن ڈال کر اُسے ننھے سے کھلونے کی طرح اوپر اٹھا لیا۔ جہاز بلا کے سر پر ٹیڑھا ہو گیا اور کئی مسافر لڑھک کر سمندر میں گر کر ڈوب گئے۔ خوفناک بُلا نے جہاز کو ایک چکر دے کر سمندر میں پھینک دیا۔ جہاز زور سے اُچھلا اور لہروں پر ٹیڑھا ہو کر بہنے لگا۔ جہاز کا اگلا حصّہ ٹوٹ پھوٹ گیا تھا۔ بادبان گر پڑے تھے۔ کئی مسافر بادبانوں کے نیچے آ کر ہلاک ہو گئے۔ ناگ سانپ بن کر ایک دیوار کے ساتھ لگ گیا تھا۔ بُلا نے نیچے سے جہاز کو زور سے سر مارا۔

ٹکر اس قدر زور دار تھی کہ جہاز ایک دھماکے کے ساتھ ٹوٹ پھوٹ کر اوپر کو کئی فٹ اُچھلا اور مسافر کاغذ کے پُرزوں کی طرح بُلا کی طرف گرے۔ بلا نے اپنا لمبے دانتوں والا غار جتنا بڑا منہ کھول لیا۔ انسان چیختے چلاتے ہاتھ پاؤں مارتے بُلا کے منہ میں گرتے چلے گئے اور گم ہوتے چلے گئے۔ ان کی چیخیں بلا کی گردن کے غار میں جا کر ڈوب گئیں۔ ان میں ناگ بھی سانپ کی شکل میں اوپر کو اُچھلا تھا اور اب نیچے بُلا کے منہ میں آ رہا تھا۔

اُس نے نیچے دیکھا۔ بلا کا منہ ایک جوالا مکھی کے منہ کی طرح کھُلا تھا اور لمبے لمبے بڑے بڑے دانت اسے چبا ڈالنے کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بے تاب تھے۔ ناگ سانپ کے روپ میں تھا اور نیچے گرتا چلا آرہا تھا۔ عین جب وہ بلا کے جبڑوں اور لمبے نوکیلے دانتوں کے قریب آیا تو اس نے زور سے پھنکار ماری اور پلک جھپکنے میں عقاب بن کر اوپر کو اُڈاری مار کر اُڑ گیا۔ اگر چند سیکنڈ اور دیر ہو جاتی تو پھر ناگ کا زندہ بچنا مشکل تھا۔ کیونکہ اس چٹان جتنی بڑی بلا کے منہ میں تو پورے کا پورا جہاز جا سکتا تھا۔

ناگ نے سمندر کے اوپر چکّر لگا کر نیچے دیکھا۔

سمندر میں بڑی بڑی لہریں اوپر نیچے اٹھ رہی تھیں۔ بلا سمندر میں غوطہ لگا کر غائب ہو چکی تھی۔ جہاز کے ٹکڑے لہروں پر بکھرے ہوئے تھے۔ ناگ اس عبرت ناک منظر کو دیکھ کر کانپ اٹھا۔ اس نے ایک لمبے دائرے کی شکل میں سمندر کے اوپر چکّر لگایا۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ کوئی مسافر زندہ بھی بچا ہے کہ نہیں۔ سمندر پر موت کا عالم تھا۔ کہیں کسی انسان کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

ناگ اور زیادہ بلند ہو کر کافی اوپر اڑتا ہوا چلا گیا۔ وہ یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ یہاں کوئی جزیرہ قریب ہے کہ نہیں۔ کیونکہ ابھی سمندر میں چار دن کا سفر باقی تھا کہ جہاز کو سمندری بلا نے آن لیا۔ ناگ چونکہ عقاب کی شکل میں پرواز کر رہا تھا اس لئے اُس کی نظر بڑی تیز ہو گئی تھی۔ اس نے دیکھا کہ دور سمندر میں ایک سیاہ دھبّہ سا نظر آ رہا ہے۔ ضرور یہ کوئی جزیرہ تھا۔ ناگ نے

اس کی طرف اُڑنا شروع کر دیا۔ کیونکہ وہ چار روز تک اڑنے کا خطرہ ابھی مول نہیں لے سکتا تھا۔ وہ ابھی ابھی صحت مند ہوا تھا۔

کوئی آدھ گھنٹے کی اڑان کے بعد ناگ اس جزیرے کے اوپر پہنچ گیا جو اس کو دور سے سیاہ دھبّہ نظر آ رہا تھا۔ ناگ نے جزیرے کا ایک چکّر لگایا۔ یہ ایک چھوٹا سا بیضوی جزیرہ تھا اور گھنے درختوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ آسمان پر اڑتے ہوئے ناگ کو وہاں کوئی انسان نظر نہ آیا۔ سمندر کے کنارے کہیں کوئی کشتی بھی نہیں تھی۔ شاید یہ بے آباد جزیرہ تھا۔ ناگ نے سوچا اور نیچے اتر آیا۔

ساحل کے ساتھ ساتھ چند ایک گول بھورے رنگ کی چٹانیں کھڑی تھیں۔ ناگ ان چٹانوں پر آ کر رُکا تو اس کے پنجے پھسل گئے۔ چٹانوں پر خدا جانے کس چیز کا زنگار جما ہوا تھا اور پھسلن تھی۔ ناگ ناریل کے ایک درخت پر آ کر بیٹھ گیا اور نظریں گھما پھرا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ اس کے نیچے ساحل پر ریت ہی ریت تھی۔ سمندر کی لہریں کافی آگے آ کر واپس چلی جاتی تھیں ان کا سفید جھاگ ایک طرف جم گیا تھا۔ اور وہاں بھورے رنگ کی ایک لمبی لکیر ساحل کے ساتھ ساتھ چلی گئی تھی۔ درختوں پر پھل بھی لگے تھے۔

ناگ نے سوچا کہ جنگل میں ضرور پانی بھی ہوگا۔ پھر یہاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آبادی کیوں نہیں ہے۔ اگر کوئی قبیلہ یہاں آباد ہوتا تو اُن کی کشتیاں ضرور سمندر میں موجود ہوتیں۔ مگر یہاں تو کشتی بھی کوئی نظر نہیں آتی تھی۔ اچانک ناگ کی نظر کھلے سمندر پر گئی تو اُسے ایک کشتی جزیرے کی طرف آتی نظر آئی۔ پہلے تو وہ حیران ہوا کہ یہ کشتی کہاں سے چلی آ رہی ہے؟ پھر اسے خیال آیا کہ ہو سکتا ہے یہ تباہ شدہ جہاز کے بچے ہوئے مسافر ہوں جو کسی نہ کسی طرح کشتی پر سوار ہونے میں کامیاب ہو گئے ہوں۔

ناگ نے درخت سے اڈاری ماری اور کھلے سمندر میں کشتی کے اوپر آ کر اڑنے لگا۔ اس نے دیکھا۔ کشتی میں آدھا پانی بھرا ہوا ہے۔ اور وہ سمندر میں تقریباً آدھی ڈوب چکی ہے۔ اس پر دو آدمی سوار تھے۔ دونوں تقریباً نیم بے ہوش تھے۔ ایک ہٹا کٹا گوریلا قسم کا حبشی تھا اور دوسرا دبلا پتلا خوش شکل نوجوان تھا۔ حبشی آدمی نے خوش شکل نوجوان کی گردن میں رسّی ڈال کر اپنے ہاتھ میں تھام رکھی تھی اور اس مصیبت کے وقت بھی وہ اس سے غافل نہیں تھا۔

ناگ یہی اندازہ لگا سکا کہ اس حبشی وحشی انسان نے اس نوجوان کو اپنا قیدی بنا رکھا ہے۔ موت کے قریب پہنچ کر بھی حبشی اپنے قیدی سے بے خبر نہیں ہے۔ اس کا مطلب یہی نکلتا تھا کہ قیدی بڑا قیمتی ہو گا۔ ناگ واپس اڑتا ہوا جزیرے پر آ گیا اس نے کشتی کو کنارے پر آنے دیا۔

دونوں بدقسمت انسانوں نے جزیرے کی جھلک دُور ہی سے دیکھ رکھی تھی اور اب بڑی بے تابی سے کشتی کے کنارے پر لگنے کا انتظار کر رہے تھے۔ جونہی کشتی ریت کے اوپر چڑھی حبشی اچھل کر ساحل پر اترا اور اس نے قیدی نوجوان کی رسّی کھینچ کر اُسے بھی وہاں کھینچ لیا۔ قیدی نوجوان کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ چہرہ جہاز کی تباہی کے صدمے سے زرد ہو رہا تھا۔ مگر نقش بتا رہے تھے کہ کوئی خاندانی نوجوان ہے اور مصیبت میں پھنس گیا ہے۔ اس کے خلاف حبشی پر طوفان اور جہاز کی تباہی کا اتنا اثر نہیں ہوا تھا۔ جزیرے پر اترتے ہی وہ ہوشیار ہو گیا تھا۔ اس نے ایک درخت دیکھ کر اس کو اس درخت کے ساتھ باندھا اور خود کمر کی پیٹی میں لگا ہوا خنجر ہاتھ میں لے کر سامنے ریت پر لیٹ گیا۔

ناگ یہ سارا نظارہ اوپر سے دیکھ رہا تھا۔

دن ڈوب رہا تھا۔ حبشی نے اٹھ کر گرے پڑے ناریل توڑ کر خود بھی اس کا میٹھا پانی پیا اور قیدی کو بھی پلایا۔ پھر وہ کہیں سے جنگلی پھل لے آیا۔ خود بھی کھائے اور قیدی کے آگے بھی پھینک دیئے جیسے وہ کوئی جانور ہو۔ قیدی نوجوان نے بڑے سکون سے پھل اٹھا کر اپنے پھٹے ہوئے کپڑوں سے صاف کئے اور کھانے لگا۔ شام ہوئی تو جزیرے پر رات کا پہلا پہلا اندھیرا اتر آیا۔ قیدی نوجوان کا ایک پاؤں بُری طرح سے درخت سے بندھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوا تھا اور حبشی خنجر لئے تھوڑے فاصلے پر بیٹھا اس کی برابر نگرانی کر رہا تھا۔ جب رات ہونے کو آئی تو حبشی نے قیدی نوجوان کے دونوں ہاتھ بھی اس کی پُشت پر باندھ دیئے۔ اس کے بعد وہ ٹھنڈی گیلی ریت پر کافی پرے ہٹ کر سو گیا۔ یہاں تک قیدی کے پاؤں میں بندھی ہوئی رسّی نہیں آ سکتی تھی۔

اب وقت تھا کہ ناگ اس قیدی نوجوان سے کچھ گفتگو کرنے کی کوشش کرتا۔ ناگ درخت سے اتر آیا۔ چٹان کی اوٹ میں جا کر اس نے عقاب سے انسان کا روپ بدلا اور سیدھا اس درخت کے پیچھے آ گیا جس کے ساتھ قیدی نوجوان مضبوط رسّی سے بندھا ہوا تھا ناگ نے آہستہ سے "سی" کی آواز نکالی۔ قیدی نے پلٹ کر پیچھے اندھیرے میں دیکھا۔ اسے اندھیرے میں دو سرخ سرخ آنکھیں چمکتی نظر آئیں وہ سمجھا یہ کوئی جزیرے کی چڑیل یا بھوت ہے جو اُن دونوں کو کھانے آیا ہے۔

ناگ نے جلد ہی اس کا یہ وہم دُور کر دیا اور آہستہ سے کہا۔

"میں بھی انسان ہوں اور تباہ شدہ جہاز کا مسافر ہوں۔"

قیدی نے بڑی حسرت سے ناگ کی طرف دیکھا۔ کیونکہ وہ قید تھا اور ناگ آزاد ——— ناگ بڑی احتیاط سے جھاڑیاں ہٹاتا قیدی کے قریب آ گیا اور سرگوشی میں پوچھا۔

"کیا تم قیدی ہو؟ یہ کون ہے؟"

قیدی نے آہستہ سے آہ بھر کر کہا۔

"یہ ایک لمبی کہانی ہے دوست! پھر کبھی سناؤں گا۔ یہ بتاؤ کہ تم جہاز سے کیسے بچ کر یہاں پہنچے۔ ہم نے تو تمہیں نہیں دیکھا تھا۔"

ناگ نے کہا۔

"بس میں بھی کسی طرح پہنچ ہی گیا ہوں۔"

اتنے میں حبشی کی آنکھ کھُل گئی۔ اس نے ڈانٹ کر غراتے ہوئے کہا۔

"کس سے بات کر رہے ہو؟"

اور ساتھ ہی خنجر لے کر قیدی کی طرف لپکا۔ اس نے ناگ کی ایک جھلک دیکھ لی۔ ناگ اس کے بعد جھاڑیوں میں غائب ہو گیا۔ حبشی ناگ کے پیچھے اٹھ دوڑا۔ ایک تیسرے آدمی کی وہاں موجودگی حبشی کے لئے بڑی خطرناک ثابت ہو سکتی تھی۔ حبشی جھاڑیوں اور درختوں کے درمیان بھاگا چلا جا رہا تھا۔ ناگ بھی آگے آگے۔ انسانی شکل میں بھاگ رہا تھا۔ حبشی نے ناگ کو دیکھا تو اس کی طرف خنجر پھینکا۔ خنجر ایک درخت کے تنے میں جا کر کھُب گیا۔ حبشی نے قریب جا کر خنجر نکالا اور ناگ کو آواز دی۔

"بدنصیب! تم اس جزیرے سے کہیں نہیں فرار ہو سکتے میرے پاس خنجر ہے۔ تم اپنا آپ میرے حوالے کر دو۔ تم میرے غلام بن جاؤ۔ میں تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔ اگر میرا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہا نہ مانا تو میں خنجر سے تمہارا کام تمام کردوں گا "۔

ناگ نے آواز دی۔

" میں اپنا آپ تمہارے حوالے کرنے کو تیار ہوں مگر وعدہ کرو کہ تم مجھے ہلاک نہیں کروگے اور میری جان بخشی کردوگے "۔

حبشی نے کہا۔

" میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔ میں صرف تمہیں اپنا قیدی بناؤں گا "۔

ناگ بولا۔

" تم قیدی بنا کر کیا کروگے ؟ "

حبشی غرّایا۔

" بکواس بند کرو۔ تم مجھ سے یہ سب کچھ پوچھنے والے کون ہو۔ بولو۔ اپنا آپ میرے حوالے کرتے ہو کہ نہیں اگر نہیں تو مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ تم مجھ سے بچ نہیں سکوگے "۔

ناگ نے کہا۔

" میں تیار ہوں "۔

اور ناگ درختوں کے پیچھے سے نکل کر حبشی کے سامنے آ گیا۔

حبشی نے اندھیرے میں غور سے ناگ کو دیکھا اور کہا۔

" تم جہاز پر سوار تھے نا ؟ ہندوستان سے روانہ ہوئے تھے ؟ "

" ہاں۔ میں اسی بدنصیب جہاز کا مسافر ہوں "

حبشی نے پوچھا۔

" تم کس طرح یہاں پہنچے ؟ میں نے تو تمہیں سمندر میں نہیں دیکھا۔ کیا تم ہوا میں اُڑ کر یہاں پہنچے ہو ؟ "

ناگ نے کہا۔

" بھلا میں اُڑ کر کیسے پہنچ سکتا ہوں جناب ! میں کوئی پرندہ تھوڑے ہوں۔ میں تو ایک ٹوٹے ہوئے تختے سے لگ کر یہاں تک آیا ہوں "۔

حبشی نے پیچھے سے آ کر ناگ کو ٹھوکر ماری اور آگے کو دھکیل کر کہا۔

" ٹھیک ہے چلو "۔

حبشی ناگ کو دوسرے درخت کے پاس لے گیا اور ایک رسّی کا ٹکڑا اپنی کمر سے کھول کر ناگ کو بھی باندھ دیا۔ پھر وہ ریت پر بے فکر ہو کر سو گیا۔ قیدی نوجوان اور ناگ کے درخت ذرا فاصلے پر تھے۔
اس لئے وہ آسانی سے بات نہیں کر سویرا ہوا۔ بجرا ابھی تک
حبشی نے اٹھ کر ناریل تلاش کر کے پر لیلوں کے گچھے رکھے ہوئے تھے۔ جو
گودا کھایا۔ باقی ناگ دیئے اور بولا۔
نہیں ہے۔ ہم ایک درخت کاٹ کر خود کشتی
" میں جزیرہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خبردار اگر تم دونوں نے بھاگنے کی کوشش کی تو میرا خنجر تمہارا کام تمام کر دے گا۔"

حبشی چلا گیا تو ناگ سے قیدی نوجوان نے کہا۔

"دوست تم نے ناحق میری خاطر اپنے آپ کو مصیبت میں پھنسا دیا۔ میں تو قسمت کا مارا ہوں۔ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیتے۔"

ناگ کہنے لگا۔

"ہم دونوں ایک ہی مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں اور پھر تمہاری مدد کرنا میرا فرض تھا۔ اسی لئے میں تمہارے پاس آگیا اب یہ بتاؤ کہ تم کون ہو اور اس حبشی کی قید میں کیسے آئے؟"

قیدی نوجوان نے بتایا کہ وہ ملک شام کے ایک سوداگر کا بیٹا ہے۔ وہ اپنی نئی نویلی دلہن کے ساتھ ملک ہندوستان کی سیر کرنے آیا تھا۔ کہ مدراس میں ایک رات وہ جنگل میں راستہ بھول گئے۔ وہاں کچھ لٹیروں نے ان پر حملہ کر دیا اور وہ اس کی بیوی زرتاج کو اٹھا کر لے گئے۔ وہ کئی روز تک اپنی بیوی کی تلاش میں جنگل میں بھٹکتا رہا۔ آخر دو مہینے بعد اسے ایک ... ملا تھا۔ آ کر بتایا کہ اس نے اس کی بیوی خرطوم کے ایک جادوگر کی

"میں تیار ہوں۔"

اور ناگ درختوں کے پیچھے سے نکل کر

حبشی نے اندھیرے میں غور سے ناگ کو د...

...انے کے لئے

بنگال کی بندرگاہ پر آگیا۔ یہاں میری ملاقات اس حبشی سے ہوگئی۔ میرا دوست بن کر اس نے مجھ سے میرا راز اگلوا لیا کہ میں اپنی بیوی کی تلاش میں خرطوم جا رہا ہوں۔ یہ شخص سپین میں غلاموں کی تجارت کرتا ہے۔ ہندوستان اور افریقہ سے غلام پکڑ کر لے جاتا ہے اور سپین جا کر انہیں فروخت کر دیتا ہے۔ ہم دونوں جہاز پر سوار ہو گئے۔ اس نے جہاز کے کپتان سے بھی سازباز کر رکھی تھی۔ میں ان کی قید میں آگیا۔ پھر سمندری بلا نے جہاز کو غرق کر دیا۔ اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ تم بھی جانتے ہو۔"

ناگ نے اس کی ساری کہانی سُن کر کہا۔

"فکر نہ کرو۔ میں تمہیں اس حبشی کی قید سے آزاد کرا لوں گا اور پھر ہم دونوں تمہاری بیوی کی تلاش میں جائیں گے۔"

"تم تو خود میری طرح قید ہو۔ تم کیسے مجھے آزاد کراؤ گے۔"

اس پر ناگ ہنسا اور بولا۔

"یہ تم خود دیکھ لو گے۔"

عین اس وقت حبشی درختوں کے پیچھے سے نمودار ہوا۔ خنجر ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا اور کندھے پر کیلوں کے گچھے رکھے ہوئے تھے۔ جو اس نے لا کر زمین پر ڈال دیئے اور بولا۔

"یہاں کوئی کشتی نہیں ہے۔ ہم ایک درخت کاٹ کر خود کشتی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بنائیں گے

چھ روز تک وہ تینوں ایک درخت کو کاٹ کر اس کے تنے کو کھوکھلا کر کے کشتی بناتے رہے۔ اس عرصے میں ناگ نے حبشی کو کچھ نہ کہا۔ کیونکہ وہ چاہتا تھا کہ حبشی بھی کشتی بنانے میں اُن کے ساتھ مل کر کام کرے ساتویں روز جب کشتی تیار ہو گئی تو حبشی نے ان دونوں کو رسّی سے باندھنے کے لئے آگے بڑھا۔ قیدی نوجوان جس نے اپنا نام ہُرمز اور اپنی بیوی کا نام زرتاج بتایا تھا۔ خود بخود ہی رسّی سے اپنا ہاتھ باندھ کر کہنے لگا۔

"میں تمہارے ساتھ لڑائی جھگڑا نہیں کروں گا۔ میں تمہارا قیدی ہوں۔ لو میرا دوسرا ہاتھ بھی باندھ دو۔"

حبشی نے ہُرمز کا دوسرا ہاتھ باندھ دیا۔ پھر وہ رسّی لے کر ناگ کی طرف بڑھا تو ناگ نے کہا۔

"کیا خیال ہے اگر ہم تمہیں باندھ کر اس جزیرے پر چھوڑ خود کشتی میں سوار ہو کر یہاں سے چلے جائیں؟"

ایک ایسا سوال تھا کہ جس پر ہُرمز نے حیران ہو کر ناگ کی طرف دیکھا کہ کہیں اس کا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔ اور حبشی قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔

"احمق نوجوان! کیا تو میرے ہاتھوں مرنا چاہتا ہے جو ایسی نادانی کی باتیں کر رہا ہے۔ کیا میرے ہاتھ میں چمکتا ہوا خنجر نہیں دیکھ رہا؟"

ناگ نے اس جزیرے میں آس پاس ایک بڑے خطرناک سانپ کی بُو پہلے

روز ہی محسوس کر لی تھی۔ لیکن اس نے اسے ابھی تک بلایا نہیں تھا اور نہ کوئی سگنل ہی دیا تھا۔ اب اس کا وقت آ گیا تھا۔ ناگ نے گہرا سانس لے کر زہریلے سانپ کو سگنل دے دیا۔ یہ سگنل بڑا زبردست تھا چنانچہ بمشکل ایک منٹ گذرا ہو گا کہ ناگ نے دیکھا جہاں حبشی کھڑا تھا۔ اس کے پیچھے ایک سرخ رنگ کا لمبی لمبی مونچھوں والا سانپ زمین سے تین فٹ اوپر اٹھا پھن پھیلائے اس کی طرف تیزی سے چلا آ رہا تھا۔

قیدی نوجوان ہُرمز کی سانپ پر نظر پڑی تو اس کی چیخ نکل گئی۔

"سانپ ——!"

اس کے حلق سے اپنے آپ یہ لفظ نکلا اور حبشی نے پلٹ کر دیکھا سرخ سانپ اس کے سر پر آ گیا تھا۔ حبشی نے خنجر سانپ کی طرف زور سے پھینکا۔ نشانہ خطا گیا۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے پاس ایک ہی خنجر تھا اور اب سرخ سانپ کے حملہ کرنے کی باری تھی۔ اور سرخ سانپ کا نشانہ کبھی خطا نہیں گیا تھا۔ ناگ نے وہیں خاموشی کی زبان میں سانپ کو سگنل دیا کہ سیاہ حبشی کو زندہ نہیں چھوڑنا۔

سانپ نے ایک چھلانگ لگائی۔ وہ ہوا میں اُچھلا اور حبشی کے سر پر آ کر گرا۔ حبشی نے سانپ کو گردن سے پکڑنے کی کوشش کی۔ سانپ نے اپنی دم کا ہنٹر اتنی طاقت سے حبشی کی آنکھوں پر مارا کہ اس کی دونوں آنکھوں سے خون جاری ہو گیا۔ وہ اندھا ہو کر ادھر ادھر ہاتھ مارنے لگا۔ ٹھیک اس وقت سُرخ سانپ نے حبشی کی کلائی پر ڈس دیا اور اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے سیاہ جسم میں اپنا سارا زہر داخل کر دیا۔ حبشی کب کا مر چکا تھا۔ ہرمز نے اسے حسن اتفاق سمجھ کر ناگ سے خوش ہو کر کہا۔

"دوست! خدا کا شکر ہے کہ اس نے عین وقت پر ہماری مدد کی۔ اگر یہ سانپ نہ آتا تو ہمارا اس ظالم کے پنجے سے بچنا ناممکن تھا۔"

ناگ نے ہرمز کے بازو کی رسّیاں کھول کر اُسے آزاد کر دیا۔ ہرمز بولا۔

"اب ہمیں کشتی میں بیٹھ کر اس جزیرے سے نکل جانا چاہیئے۔"

پھر اچانک اس کی چیخ نکل گئی اور وہ اُچھل کر مارے خوف کے ناگ کے پیچھے آ گیا۔

"سانپ!"

سرخ سانپ ناگ کی طرف بڑے احترام کے ساتھ رینگتا چلا آ رہا تھا۔ ناگ نے سانپ کی طرف مسکرا کر دیکھتے ہوئے ہرمز سے کہا کہ وہ بالکل نہ گھبرائے سانپ اُسے کچھ نہیں کہے گا۔ نوجوان ہرمز سہمی ہوئی نظروں سے سانپ کو تکنے لگا۔ کیا دیکھتا ہے کہ سانپ ناگ کے سامنے آ کر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا ہے۔ اگرچہ اس نے اپنا سرخ پھن پھیلا رکھا ہے مگر ذرا ذرا جھکا ہوا ہے۔ سانپ ناگ کی طرف اور ناگ سانپ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ دونوں کی آنکھیں ملی ہوئی تھیں۔ دونوں ایک دوسرے سے خاموش سگنل کی زبان میں باتیں کر رہے تھے لیکن نوجوان ہرمز کو اس کا علم نہیں تھا۔ سرخ سانپ نے ناگ کو بتایا کہ اس پراسرار جزیرے پر ایک

جنّ کی حکومت ہے جو چاند کی پہلی تاریخ کو یہاں آتا ہے اور تمام پرندوں کو کھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں پرندوں نے آنا بند کر دیا۔ ناگ نے پوچھا کہ وہاں سے افریقہ کا شمالی ساحل کتنی دور ہے۔ سرخ سانپ نے کہا کہ وہ یہ نہیں بتا سکتا۔ کیونکہ وہ خود اس جزیرے سے کبھی باہر نہیں گیا۔ پھر سانپ نے کہا۔

"بدقسمتی سے آج چاند کی پہلی تاریخ ہے۔ اور آج رات کسی وقت جنّ جزیرے میں آ سکتا ہے۔ وہ آپ کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔"

ناگ نے کہا۔

"تم جاؤ۔ میں ضرورت پڑی تو تمہیں بُلا لوں گا تم جا کر زمین کے نیچے چھُپ جاؤ اور جنّ سے اپنی جان بچاؤ۔"

سانپ چلا گیا تو نوجوان ہرمز نے ناگ سے کہا کہ وہ خاموشی کے ساتھ اتنی دیر سانپ کی طرف کس لئے دیکھتا رہا ہے؟ اس کا ناگ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اُسے بس ایک ہی فکر تھی کہ اگر آج رات جزیرے پر جنّ آ گیا تو وہ اس نوجوان کو ہرگز زندہ نہیں چھوڑے گا۔ ناگ اُسے کشتی میں بٹھا کر وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا مگر کشتی کے چپو ابھی تیار نہیں ہوئے تھے اور سمندر کی بڑی بڑی لہریں کشتی کو پھر جزیرے پر لا پھینکتیں۔ آخر اس نے نوجوان ہرمز کو ساتھ لیا جزیرے کے جنگل سے نکل کر سمندر کے اندر ایک پہاڑی ٹیلے کی غار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ اس نے نوجوان ہرمز کو صرف اتنا بتایا کہ شاید رات کو درندے حملہ کردیں اس لئے یہاں رات بسر کرتے ہیں۔ دوسرے روز کشتی کے چپو بنا کر یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ نوجوان ہرمز غار کے شگاف میں دُبکا بیٹھا تھا۔ رات آگئی۔ جزیرے پر اندھیرا چھا گیا۔ اور جب آدھی رات ہوئی تو جزیرے کے گھنے تاریک جنگل کی طرف سے ایک آواز آئی۔

ڈراؤنی ——— دہشت ناک!

یہ ڈراؤنی آواز کس کی تھی؟

عنبر اور ماریا کے ساتھ قرطبہ کی چڑیل نے کیا سلوک کیا؟

ناگ کی ملاقات عنبر اور ماریا سے کہاں ہوئی؟

کیا ناگ خرطوم کے جادوگر سے مقابلہ کر سکا؟

ان سوالوں کے جواب کے لیے موت کے تعاقب کی واپسی کی اگلی قسط "ڈائنا سور سے بھرا جزیرہ" میں پڑھیں گے۔

اپنے قریبی بک سٹال سے آج ہی طلب کریں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

موت کے تعاقب کی واپسی

آپ کے جانے پہچانے سلسلے

عنبر ناگ ماریا

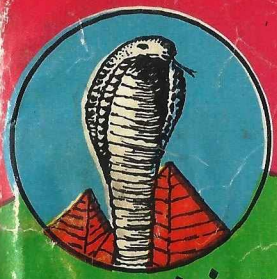

کے ۵ ہزار سالہ سفر کی پُر اسرار اور سنسنی خیز داستان

۱ لاش سے ملاقات
۲ جہاز ڈوب گیا
۳ مندر کی چڑیل
۴ پُر اسرار غار کی مورتی
۵ ناگ لندن میں
۶ تابوت میں سانپ
۷ موت کا دریا
۸ سانپ کا انتقام
۹ سانپ کی آواز
۱۰ ناگ کا قتل
۱۱ شاہ بلوط کا خزانہ
۱۲ پتھر کا ہاتھ
۱۳ طوفانی سمندر کا بھوت
۱۴ ڈائنا سورس کا جزیرہ
۱۵ سیاہ پوش سایہ
۱۶ انسانی بلی
۱۷ سانپوں کا جنگل
۱۸ ماریا اور بن مانس

مصنف: اے حمید

اپنے قریبی بک سٹال / ہاکر سے طلب کیجیے

یا براہ راست ہم سے منگوائیے!

نیا مکتبہ اقرأ - ۱۴ - بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور